بیادگار: مخدوم العالم قطب بنگال، گنج نبات شیخ عمر علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ
January - March 2024
سہ ماہی
پیغام مصطفی
اتر دیناجپور
قرآن کا سائنسی مزاج
ہمیں اپنی تاریخ کی خود حفاظت کرنی ہوگی
گوشۂ خلیفۂ مفتی اعظم حضرت مفتی عبدالغفور رضوی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مفتی عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت علم و ادب کے ایک عہد کا خاتمہ
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر
حضرت مفتی عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ: دبستان علم وفن کے گل خوش رنگ
حضرت مفتی عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کی اصاغر نوازی
حضرت مفتی عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکی وتنظیمی خدمات
عاشق کا جنازہ تھا بڑی دھوم سے نکلا
مدیر اعلیٰ
محمد ساجد رضا مصباحی
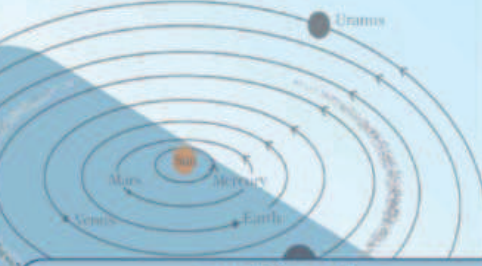
بیادگار: مخدوم العالم قطب بنگال، گنج نبات شیخ عمر علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ

بفیض روحانی: تارک السلطنت سیدنا حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

بفیض روحانی: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

بظل روحانی: خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ

جلد ۷

شمارہ ۲

سہ ماہی پیغام مصطفیٰ

اتر دیناجپور

جنوری تا مارچ ۲۰۲۴ء

• قیمت عام شمارہ: ۴۰ • سالانہ ۱۶۰

• رجسٹرڈ ڈاک سے: ۲۵۰

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

تنظیم عاشقان مصطفیٰ

شاہ پور بازار تھانہ گوالپوکھر ضلع اتر دیناجپور بنگال ۷۳۳۲۱۰

E-mail:
paighamemustafa2018@gmail.com
Mob.:9473927746- 9734927165-7797820610

ناشر

آئینۂ ہند اکیڈمی اتر دیناج پور، بنگال

مشمولات

قحط الرجال کا زمانہ ہے، اہل علم یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، جانے والے جاتے ہیں اور اپنی جگہ ہمیشہ کے لیے خالی چھوڑ جاتے ہیں، کوئی ان کا علمی و روحانی جانشین پیدا نہیں ہوتا، ہمارے علمی مراکز بھی زوال پذیر ہیں، مدراس سے علمی افراد پیدا نہیں ہو رہے ہیں، خانقاہوں سے علم رخصت ہو رہا ہے، روحانیت ختم ہو رہی ہے، سماج و معاشرے میں اخلاق و کردار کا فقدان ہے، سادگی و انکساری غائب ہے، اپنے گرد و نواح کا جائزہ لیں تو ان حقائق کا ادراک مشکل نہیں ہے۔

بظاہر پہلے کے مقابلے میں مدارس اسلامیہ سے علما کی بڑی تعداد تیار ہو رہی ہے، فارغین کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے، لیکن اسلاف کی علمی وراثتوں کے محافظ ناپید ہیں، بس ایک رسم ہے جو نبھائی جا رہی ہے، ایک نصاب ہے جس کو پورا کیا جا رہا ہے، دینی قلعوں سے ہی دین غائب ہوتا جا رہا ہے، مادیت کا عفریت سب سے زیادہ یہیں سایہ فگن ہے۔ ایسے میں علم و روحانیت کے حاملین کا تیزی سے دنیا سے رخصت ہونا یقیناً قُربِ قیامت کی علامت ہے۔ قیامت کی اہم نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علما اٹھا لیے جائیں گے اور لوگ جاہلوں کو اپنا قائد و رہنما بنا لیں گے۔

حدیث پاک میں ہے:

وعن عبد الله بن عمرو قال: قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله لا يقبض العلم إنتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى إذا لم يبق عالما اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا۔ [مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ علم کو بندوں کے سینوں سے نہیں نکالے گا بلکہ وہ علما کی روحیں قبض کر کے علم کو اٹھا لے گا، حتیٰ کہ جب وہ کسی عالم کو باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جہلا کو اپنا قائد بنا لیں گے، جب ان سے مسئلہ دریافت کیا جائے گا تو وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے، وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

شارحِ بخاری حضرت علامہ ابوالحسن علی بن خلف المشہور ابنِ بطال رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کریم کی یہ شان نہیں ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر علم کے ذریعہ فضل و کرم فرمائے اور پھر اس سے وہ علم واپس لے لے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس بات سے پاک ہے کہ جو علم اللہ کریم کی معرفت کا ذریعہ اور ذاتِ الٰہی و رُسُل پر ایمان لانے کا سبب بنے وہی علم کسی کو عطا فرما کر واپس لے لے، بلکہ علم کا یہ اُٹھایا جانا یوں ہو گا کہ لوگ علم حاصل کرنے کی بجائے وقت ضائع کریں گے، زندہ رہنے والوں میں ایسے افراد نہ ملیں گے جو وفات یافتہ اہلِ علم کے جانشین بن سکیں۔" [شرح البخاری لابن بطال، ۱/۱۷۷]

امام اہلِ سنّت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے حضرت علّامہ وصی احمد محدّثِ سُورتی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے تذکرے پر فرمایا:

’’قیامت قریب ہے، اچھے لوگ اُٹھتے جاتے ہیں، جو جاتا ہے اپنا نائب نہیں چھوڑتا، امام بخاری نے انتقال فرمایا تو نوے ہزار شاگرد محدّث چھوڑے، سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال فرمایا اور ایک ہزار مجتہدین اپنے شاگرد چھوڑے، محدّث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور مجتہد ہونا آخری منزل! اور اب ہزار مرتے ہیں اور ایک بھی [نائب] نہیں چھوڑتے۔‘‘ [ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص:۲۳۸]

امیرُالمؤمنین حضرت سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’اللہ جل شانہ کے مقرر کردہ حلال اور حرام کی سمجھ رکھنے والے ایک عالم کی موت کے آگے ہزار عبادت گزاروں کی موت بھی کم ہے جو دن کو روزہ رکھنے والے اور رات کو قیام کرنے والے ہوں۔ [جامع بیان العلم وفضلہ، ص:۴۲، رقم:۱۱۵]

ہمارے دیار کے جلیل القدر عالم دین، جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف کے سابق استاذ و مفتی، خلیفہ مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مفتی عبدالغفور رضوی نور اللہ مرقدہ کی رحلت سے یہاں کی علمی فضا سوگوار ہے، ان کا وصال علم وادب کا ایک بڑا نقصان اور ایک عہد کا خاتمہ ہے۔ ان کا شمار یہاں کے صف اول کے علما میں ہوتا تھا۔ خانوادۂ رضویہ بریلی شریف خصوصاً حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے گہری وابستگی کے سبب ان کی عقیدت یہاں کے ہر خوش عقیدہ مسلمان کے دل میں تھی، ان کی سادگی وانکساری نے بھی عوام وخواص کو ان کا گرویدہ بنالیا تھا، ان کے اخلاق وکردار میں اسلاف کی جھلک نمایاں تھی، وہ ظاہری چمک دمک سے دُور اور تصنع سے پاک تھے۔

اتر دیناج پور کے علاقہ گوال پوکھر کے تحت شاہ پور بازار سے متّصل ڈوبکول نامی گاؤں میں ۱۹۴۵ء/۱۳۶۵ھ میں پیدا ہوئے، والد گرامی دَرف علی صاحب ایک دین دار کسان تھے، وہ اپنے نور نظر کو عالم دین بنانا چاہتے تھے، انھوں نے ابتدائی درجات کی تعلیم کے بعد اپنے لخت جگر کو جامعہ عربیہ سلطان پور بھیج دیا، یہاں خواجہ علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ سے فیضان علم تقسیم ہو رہا تھا، آپ بھی خواجہ تاشوں میں شامل ہو گئے، ان دنوں تاج دارِ اہل سنت، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے علم وفن اور تقویٰ وطہارت کا ملک وبیروں ملک بڑا شہرہ تھا، آپ مرکز اہل سنت بریلی شریف میں جلوہ فگن تھے، لیکن آپ کے عقیدت مند پورے عالم اسلام میں موجود تھے، بنگال کے اس دور افتادہ علاقے میں بھی آپ کے عقیدت مندوں کی بڑی تعداد تھی، دعوت وتبلیغ کے لیے اس علاقے میں آپ کا سفر بھی ہوتا تھا۔ حضرت علامہ مفتی عبدالغفور رضوی نے تکمیل علم اور فیضان مفتی اعظم ہند سے بہرہ مند ہونے کے لیے بریلی شریف کا رُخ کیا، بارگاہ مفتی اعظم ہند میں حاضری دی، تعلیم بھی مکمل فرمائی، فتویٰ نویسی بھی سیکھی، یہیں دار العلوم مظہر اسلام میں درس وتدریس سے وابستہ ہو گئے، دار الافتا میں بھی بیٹھنے لگے، مفتی اعظم ہند کی نگرانی میں ایک زمانے تک تدریس اور فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دیا، ۱۹۷۲ء سے ۱۹۹۵ء تک درس وتدریس اور فتویٰ نویسی کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

آپ تقریباً تین دہائی سے علاقے میں قیام پذیر تھے، علم وعمل کے ساتھ عظیم روحانی نسبت بھی رکھتے تھے، آپ علاقے میں اس وقت مفتی تھے، جب مفتیان کرام کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں تھی، مرکز اہل سنت کے معتمد تھے، حسن وجمال کے بھی پیکر تھے، رکھ رکھاؤ بھی تھا۔ آپ چاہتے تو جبہ قبہ والی زندگی اختیار کر کے پیری مریدی کا سلسلہ شروع کر دیتے، اور اپنے عقیدت مندوں کا ایک وسیع حلقہ بنا کر عیش وآرام کی زندگی گزارتے، رکشہ اور سائیکل کے بجائے لگزری کاروں سے سفر کرتے، پورا علاقہ خالی تھا اور لوگ پیر کامل کے متلاشی، ایسے میں یہ کام آپ کے لیے بہت آسان تھا۔ آپ چاہتے تو خطابت کی دنیا میں قدم رکھ کر اسٹیجوں پر دھوم مچاتے، شہرت وناموری بھی حاصل ہوتی اور ناز ونخرے بھی اٹھائے جاتے، مزید یہ کہ نذرانوں کی خطیر رقم جمع کر کے عالی شان مکان تیار کرتے اور اپنی کئی پشتوں کا بھی انتظام کر دیتے،

لیکن آپ جس بارگاہ کے تربیت یافتہ تھے وہاں یہ چیزیں کبھی نہیں سکھائی جاتی تھیں، وہاں تو قناعت کا درس دیا جاتا تھا، وہاں تو اخلاص کا جام پلا یا جاتا تھا، وہاں عاجزی وانکساری سکھائی جاتی تھی، وہاں دین کی سربلندی کے گُر سکھائے جاتے تھے، احقاق حق اور ابطال باطل کا سبق پڑھا جا تا تھا، حضور مفتی اعظم ہند نے جس طرح دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے دین کی سرخروئی کو اپنا مشن بنایا اور ظاہری کروفر کے بغیر خلق خدا کی رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیا، یہ چیز ان کے سچے خلفا میں بھی نظر آتی ہے۔

حضرت مفتی عبد الغفور رضوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر ومرشد کے شیدائی تھے، خانوادۂ رضویہ سے قلبی عقیدت تھی، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے افکار ونظریات کے سچے مبلغ تھے، مسلک اعلیٰ حضرت کے حقیقی پاسبان تھے، وہ بہت خاموشی کے ساتھ اپنے مشن میں لگے رہتے، ڈھنڈوراپیٹنے کے عادی نہیں تھے، آج جب کہ ''کام کم اور شور زیادہ'' کا سلسلہ چل پڑا ہے، مسلک اعلیٰ حضرت پر عمل ہو یا نہ ہو، لیکن ''محافظ مسلک اعلیٰ حضرت'' کا لقب اپنے نام کے ساتھ ضرور لگایا جاتا ہے، ایسے حالات میں آپ کی زندگی ہمارے لیے نمونہ عمل ہے ۔آپ جب تک باحیات رہے اپنے پیر ومرشد کا گن گاتے رہے، آپ کی محفل میں حضور مفتی اعظم ہند کا ذکر چھڑ جاتا تو چہرے پر تازگی آجاتی، بڑھاپے میں بھی جوانی کا جوش نظر آتا، بڑی دل چسپی کے ساتھ حضور مفتی اعظم ہند کا ذکر جمیل کیا کرتے تھے۔آپ نے ایک بار کئی علما کی موجودگی میں فرمایا کہ اس علاقے پر حضور مفتی اعظم ہند کی خصوصی توجہ تھی، دور افتادہ علاقہ ہونے کے باجود آپ بارہا اس علاقے میں تشریف لائے، اس زمانے میں یہاں آپ کا سفر عموما بیل گاڑی یا پالکی میں ہوتا تھا، ایک موقع پر آپ پالکی سے شاہ پور تشریف لا رہے تھے، چوں کہ اس دور میں یہاں پالکی عام طور پر بارات میں دلہا دلہن کے لیے استعمال کی جاتی تھی، آپ پالکی میں سوار ہو کر شاہ پور کی طرف تشریف لا رہے تھے، راستے میں لال کوڑی نامی بازار کے پاس کہاروں نے پالکی روکی، آس پاس کے لوگوں نے سوچا کہ بارات والی پالکی ہے، ایسے موقع پر گاؤں دیہات کے لوگ دولہا یا دولہن دیکھنے کے لیے جمع ہو جایا کرتے تھے، آپ کی پالکی کو دیکھ کر بہت سارے لوگ جمع ہو گئے، پاس کی عورتیں بھی آگئیں، عورتوں نے آپ کا دیدار کیا تو کہنے لگیں ''دولہا تو بوڑھا ہے''۔یہ کہہ کر آپ دیر تک ہنستے رہے اور محفل لالہ زار بن گئی۔

اسی محفل میں یہ بھی فرمایا کہ: حضور مفتی اعظم ہند کے فرضی خلفا بھی بے شمار پائے جاتے ہیں، دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنانے والے بعض علما نے اس حوالے سے بڑی جرأت کی ہے، انھوں نے فرمایا کہ ہمارے ہی صوبہ کے ایک صاحب بھی اسی بلا میں گرفتار تھے، وہ خلیفۂ مفتی اعظم ہند کے طور پر اپنے آپ کو مشہور کر چکے تھے، انھیں ڈر تھا کہ کبھی خلافت نامہ طلب نہ کر لیا جائے، وہ صاحب میرے شناسائی تھے، وہ جانتے تھے کہ مجھے حضور مفتی اعظم ہند نے خلافت عطا فرمائی ہے اور میرے پاس حضور مفتی اعظم ہند کے دستخط سے مزین خلافت نامہ موجو دہے، اس نابکار نے مجھ سے میرا خلافت نامہ مانگا تاکہ اس میں ایڈیٹ کر کے اپنا نام لکھوالیں اور رسوائی سے بچیں، میں نے انھیں اس حرکت سے روکا اور سخت تنبیہ کی۔

حضرت مفتی عبد الغفور رضوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے وسیع القلب عالم دین تھے، کام اور کام کرنے والوں کو عزیز رکھتے، منفی فکر وخیال کا تو ان کے یہاں کوئی گزر ہی نہیں تھا، وہ ہر کام کو مثبت نظریے سے دیکھتے تھے، میں نے بارہا محسوس کیا کہ وہ مایوسی وقنوطیت سے کوسوں دور تھے، اسی لیے ہمیشہ خوش وخرم رہا کرتے تھے، اور ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے والا بھی اپنے مصائب وآلام بھلا کر ان کے دروازے سے باہر آتا۔۲۰۱۸ء میں ہمارے یہاں دارالعلوم فیض عام کونہ ونوری نگر کمات اتر دیناج پور بنگال میں علمائے اتر دیناج پور کی جانب سے ''امام احمد رضا نیشنل سیمینار وکانفرنس'' کے انعقاد کا فیصلہ ہوا، آپ اس پروگرام کے سرپرست اعلیٰ تھے، کئی مہینوں سے علما تیاریوں میں مصروف تھے، اسی دوران بعض عناصر نام ونمود کے چکر میں درپردہ مخالفت شروع کی اور تیاریوں میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو ایک وفد جس میں حضرت مولانا عابد حسین مصباحی، حضرت مولانا اشتیاق احمد مصباحی، حضرت مولانا نور محمد رضوی، حضرت مولانا شمس الدین

رضوی، حضرت مولانا مظفر حسین رضوی اور یہ راقم الحروف شامل تھا، حضرت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت میں پہنچا اور صورت حال سے آگا کیا۔ حضرت نے پورے معاملے کو سننے کے بعد اہم مشوروں سے نوازا، حوصلہ افزائی فرمائی، اور دین کے راستے میں پیش آنے والی دشواریوں پر صبر کی تلقین فرمائی، حضرت کے مخلصانہ مشورے پر ہم لوگوں نے عمل کیا اور کام یاب ہوئے۔

امام احمد رضا نیشنل سیمینار اور امام احمد رضا کانفرنس میں آپ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی، یہ دونوں پروگرام آپ ہی کی سرپرستی میں منعقد ہوئے اور کام یابی سے ہم کنار ہوئے۔ آپ نے امام احمد رضا نیشنل سیمینار کے مجموعۂ مقالات پر ان الفاظ میں تقریظ بھی رقم فرمائی:

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے برصغیر ہند و پاک ہی نہیں بلکہ پورا عالم اسلام مالا مال ہو رہا ہے، ہر خطے میں امامِ اہل سنت کے عقیدت مند پائے جاتے ہیں ،اتر دیناج پور بنگال بھی اولیاے کرام کے عقیدت مندوں کی سرزمین ہے، خاص طور سے خانوادۂ رضویہ سے محبت کرنے والے خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کی یہاں بڑی تعداد آباد ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں یہاں مرکزِ اہل سنت بریلی شریف کے مشائخ اور پیران طریقت کی آمد ہوتی رہی ہے، خاص طور سے تاج دار اہل سنت، مرشد طریقت، مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خان نوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہاں کئی بار تشریف آوری ہوئی ہے، ان کے نام سے آج بھی متعدّد دینی و تعلیمی ادارے یہاں چل رہے ہیں، گویا ہر زمانے میں خانوادۂ رضویہ سے یہاں کے سنی مسلمانوں کی گہری وابستگی رہی ہے، بحمدہ تعالیٰ عقیدت و محبت کا یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے۔

۱۴۴۰ھ کو پورے عالم اسلام میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے جشنِ صد سالہ کے طور پر منایا گیا، اس موقع پر محبت کرنے والوں نے الگ الگ انداز میں اپنے امام کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا، اتر دیناج پور کے علما اس معاملے میں کیسے پیچھے رہ سکتے تھے، یہاں بھی ایک عظیم الشان کانفرنس اور امام احمد رضا نیشنل سیمینار کا پروگرام طے کیا گیا، پورے اتر دیناج پور کے علما نے اس پروگرام کو کام یاب بنانے کے لیے اپنی اپنی وسعت کے مطابق دامے، درمے، قدمے، سخنے تعاون کیا۔ ۲۹، ۳۹ ر دسمبر ۲۰۱۸ء کو دار العلوم فیض عام کونہ و نوری نگر کمات اتر دیناج پور بنگال میں بہت ہی تزک و احتشام کے ساتھ "امام احمد رضا نیشنل سیمینار و کانفرنس" کا انعقاد ہوا، ملک کے مختلف گوشوں سے علما و مشائخ، ارباب علم و دانش اور دانشورانِ قوم و ملت نے شرکت فرمائی، اس خادم کو بھی اس بابرکت اور یادگار پروگرام میں شرکت کا موقع ملا، دل مسرت سے باغ باغ ہو گیا اور علماے اہل سنت اتر دیناج پور کی کاوشوں کو دیکھ کر قلبی اطمینان حاصل ہوا۔

سیمینار میں پڑھے گئے گراں قدر مقالات کی کتابی شکل میں اشاعت کا منصوبہ پہلے ہی طے شدہ تھا، پروگرام کے بعد مسلسل اس پر کام جاری رہا، عزیز گرامی مولانا محمد ساجد رضا مصباحی اور مولانا مفتی محمد عارف حسین مصباحی اور ان کے رفقاے کار اپنی منصبی ذمے داریوں کی انجام دہی کے ساتھ اس کام کے لیے بھی وقت نکالتے رہے، طویل محنت شاقہ کے بعد سیمینار کے گراں قدر مقالات کا مجموعہ "عرفان امام احمد رضا" کے نام سے طباعت کے لیے تیار ہے۔ میں جملہ علماے اہل سنت اتر دیناج پور خاص طور

سے امام احمد رضا نیشنل سیمینار و کانفرنس کو کام یاب بنانے کے لیے کلیدی رول ادا کرنے والے ان تمام جواں سال علما کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں، جنھوں نے شہرت طلبی کے اس دور میں بھی پردے کے پیچھے رہ کر بڑے اخلاص کے ساتھ کام کیا اور آج کی ان کی سعی پیہم سے سیمینار و کانفرنس کی کام یابی کے بعد مجموعۂ مقالات کی زیارت سے بھی ہم شاد کام ہو رہے ہیں۔ اللہ جل شانہ حضرت مولانا احمد رضا قادری، حضرت مولانا مظفر حسین رضوی، حضرت مولانا نور محمد رضوی وغیرہم اور ان کے تمام رفقائے کار کو صحت و سلامتی سے نوازے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے فیضان سے حظِ وافر عطا فرمائے، آمین۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

عبدالغفور رضوی

صدر المدرسین: الجامعۃ الحفیظیہ سراج العلوم، راساکھوا بازار، اتر دیناج پور، بنگال

متوطن: ڈوبکول، شاہ پور، اتر دیناج پور، بنگال

۲۴؍ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ/۲۷؍ مارچ ۲۰۲۲ء

آپ نے بارگاہ مفتی اعظم ہند میں زندگی کا سب سے قیمتی حصہ گزارا اور علوم و فنون میں کمال حاصل کرنے کے ساتھ اخلاق و کردار میں بھی پختگی حاصل کی، آپ کے اندر اسلاف کرام کے اوصاف جمیلہ کی جھلک نمایاں طور پور موجود تھی، آپ جس محفل میں ہوتے سنجیدگی و متانت کا پیکر ہوتے، گفتگو نپی تلی کرتے، دیر تک خاموش رہتے لیکن ان کی خاموشی میں بھی ہزاروں راز پنہاں ہوتے، جب بولتے تو فیصلہ کن بات ارشاد فرماتے، اکثر نشستوں میں میں نے محسوس کیا آپ منافق اور ریاکار قسم کے لوگوں کو سخت ناپسند فرماتے ہیں، آپ بے لاگ گفتگو فرماتے اور ایسے ہی لوگوں کو پسند بھی فرماتے تھے، کسی کی حیثیت عرفی چاہے جو ہو لیکن اگر وہ مداہنت اختیار کرتا تو اس کو دوری اختیار فرما لیتے، اور اگر کوئی غیر معروف عالم دین بھی اچھا کام کرتا تو دل کھول کر سراہتے اور پوری کشادہ قلبی کے ساتھ حوصلہ افزائی فرماتے۔

آپ کی اصاغر نوازی بھی معروف تھی، علم، عمر اور مقام و مرتبے میں بہت بلند ہونے کے باجود نوجوان علما پر آپ خصوصی توجہ مبذول فرمایا کرتے تھے، ان کے ساتھ محبت سے پیش آتے، ان سے ملاقات پر خوش ہوتے، ان کے اچھے کاموں پر خوش ہوتے اور توقع سے زیادہ نوازتے۔ اس خادم کو بارہا آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اکثر ملاقاتیں علمی مجالس یا مشاورتی نشستوں میں ہوتیں، پھر بھی مکمل توجہ مبذول فرماتے، خوشی کا اظہار فرماتے، مصروفیات کے بارے پوچھتے، میں اپنی سرگرمیاں بتاتا تو چہرہ کھل اٹھتا، ایسا محسوس ہوتا کہ ان کی دیرینہ خواہش پوری ہو رہی ہے، کئی بار شاہ پور بازار میں بھی ان سے ملاقات ہوئی، ہر بار ان کی نوازشات و عنایات سے خوب خوب مستفیض ہوا۔

۲۰۱۸ء میں تنظیم عاشقان مصطفیٰ شاہ پور بازار کے بینر تلے سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کا اجرا ہوا، آپ اس تنظیم کے سرپرست اعلیٰ تھے، رسالے کا نام آپ نے ہی ''پیغام مصطفیٰ'' منتخب فرمایا، آپ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کے بھی سرپرست اعلیٰ قرار پائے، ذمے دار علما نے اس کی ادارت میرے ناتواں کندھوں پر ڈال دی، میں درس و تدریس اور افتا بعض دوسری علمی مصروفیات کے سبب پہلے ہی سے انتہائی عدیم الفرصت تھا، اب اس اضافی ذمے داری نے مزید مصروف کر دیا، ایک ایسے دور افتادہ علاقے سے اردو زبان میں رسالہ منظر عام لانا جہاں کے لوگ جلسوں کے دلدادہ ہوں، ایک الگ چیلنج تھا، ہماری ٹیم کو کبھی کبھی گھبراہٹ بھی ہوتی اور ہم لوگ دل برداشتہ بھی ہوتے تھے۔ اس میدان کا حال یہ ہے کہ معاونت اور حمایت کا وعدہ کرنے والے بھی دو چار قدم چل کر ساتھ چھوڑ جاتے ہیں، ایسے میں یہاں کی دو اہم شخصیتوں نے

جس طرح ہماری ٹیم کی حوصلہ افزائی فرمائی اور جس طرح ہر موڑ پر ہمارے لرکھڑاتے قدموں کو استحکام بخشا ہم ان کے احسانات کو کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے، ان میں ایک نام ممدوح گرامی خلیفۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبدالغفور رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرا نام استاذ العلما حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی دام ظلہ الاقدس کا ہے جن کی کرم فرمائیوں اور نوازشات نے ہمیشہ ہمارے حوصلوں کو مہمیز کیا اور آگے بڑھنے کے لیے توانائی عطا کی۔

حضرت علامہ مفتی عبدالغفور رضوی رحمۃ اللہ علیہ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کے سرپرست تھے وہ ہمیشہ رسالے کو استحکام بخشنے کے لیے کوشاں رہتے، جب بھی نیا شمارہ چھپ کر ان کے پاس پہنچتا تو ان کا چہرہ کھل اٹھتا، دیر تک دعائیں دیتے اور حوصلہ افزائی فرماتے، جب کبھی مجلس مشاورت کی نشست ہوتی تو آپ سب سے پہلے پہنچتے اور سب سے اخیر میں رخصت ہوتے، یعنی سرپرستی کا حق ادا فرماتے، ایک مشاورتی نشست میں مجلس مشاورت کے افراد موجود تھے، مجلس کے اختتام پر آپ نے جیب خاص سے کچھ رقم عنایت فرمائی، پھر کیا تھا سارے شرکاے نشست نے بھی آپ کی پیروی کی اور رسالے کے لیے ایک معتدبہ رقم اکٹھی ہو گئی۔

حضرت علامہ مفتی عبدالغفور رضوی رحمۃ اللہ علیہ علاقے کے علما میں بزرگ، بافیض اور سن رسیدہ عالم دین تھے، انھوں نے اس علاقے کو اپنی عمر کے تقریباً تیس سال دیے، ایسے علما کا وجود ہی رحمتوں کے نزول کا باعث ہوتا ہے، آپ نے تواخیر عمر تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، مسلمانوں کی دینی و شرعی رہ نمائی بھی فرماتے رہے، نئی نسل کی ذہنی و فکری تربیت کا فریضہ بھی انجام دیا، لیکن سچ بات یہ ہے کہ اس عظیم المرتبت شخصیت کو جو مقام و مرتبہ ملنا چاہیے تھا وہ ہماری قوم نہ دے سکی، آج زرق برق لباس پہن کر دور دراز کے خطیبوں کو جس طرح پروٹوکول دیا جا رہا ہے اور جس طرح ناز و نخرے اٹھائے جاتے ہیں کاش یہی رویہ وہ اپنے ان جلیل القدر علما کے ساتھ روا رکھتے تو بے راہ روی کی جو فضا قائم ہوئی ہے وہ کبھی نہ ہوتی، یہ علماے ربانیین تو اس سے بھی زیادہ اعزاز و اکرام کے مستحق ہیں۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ کا نام جلسوں کی صدارت میں ضرور دیا جاتا رہا، لیکن ہماری قوم اور خود جلسوں کی قیادت کرنے والے افراد نے صدر جلسہ کی اہمیت کو سمجھنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔

آج جب کہ بزرگ علما تیزی سے اٹھتے جا رہے ہیں، دن بہ دن علمی دنیا میں خلا پیدا ہوتا جا رہا ہے، ایسے میں دو چیزوں پر ہمیں خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے ایک تو یہ کہ جو جلیل القدر بزرگ علما ہمارے درمیان موجود ہیں ان کے وجود کو غنیمت سمجھا جائے، ان کی قدر و قیمت کا احساس کیا جائے، ان سے استفادہ کی راہیں ہموار کی جائیں، مذہبی تقریبات میں انھیں ان کے شایان شان مقام و مرتبہ دیا جائے، ان کی علمی و دینی خدمات کا اعتراف کیا جائے، ان کے مشن کو تقویت پہنچائی جائے، ان کو فکر معاش سے آزاد رکھا جائے، ان کے مصائب و آلام میں ان کا دست و بازو بن کر کھڑا رہا جائے، ان کے احوال و کوائف تحریری شکل میں ان کی حیات میں ہی محفوظ کر لیے جائیں۔ ورنہ ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد محبتوں کے اظہار سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا۔ آج جب کہ حضرت مفتی عبدالغفور صاحب قبلہ اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں اور ان کا ظاہری رشتہ اس دنیا سے منقطع ہو چکا ہے، ایسے میں اظہار محبت کرنے والوں کا ایک جم غفیر ہے، کاش ان کی حیات میں ہی ان کے یہ محبین مل جاتے تو حضرت مفتی صاحب قبلہ کا علمی فیضان مزید عام و تام کرنے میں مدد ملتی، ان کے نام پر کوئی بڑا مشن چلایا جاتا، ان کی علمی خدمات کے اعتراف کے لیے کوئی بہتر لائحۂ عمل تیار کیا جاتا، لیکن نہ جانے کیوں ہماری جماعت میں ایسے سارے عقیدت مند وصال کے بعد ہی "منظر عام" پر آتے ہیں۔ ہمیں اپنا رویہ تبدیل کرنے اور اپنے علما کی قدر ان کی حیات ہی میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد نوجوان علما ہی کو ان کی کمی پوری کرنی ہے، دینی و مذہبی قیادت کا فریضہ انہیں کے کندھوں پر آنے والا ہے، ایسے میں ضروری ہے کہ جماعت کے چند ذی ہوش اور علم و عمل کی دولت سے مالا

مال نوجوان علما کو ابھی سے چھوٹی چھوٹی ذمے داریاں سپرد کرکے ہمارے بڑے علما اپنی نگرانی میں ان کی تربیت کریں، انھیں قوم کی قیادت کا ہنر سکھائیں، ان کے اندر تنظیمی وتحریکی شعور پیدا کریں، انھیں ملت کے مسائل سے آگاہ کریں، ان کو زمانے کے نشیب وفراز سے باخبر رکھیں، ان کے اندر خود اعتمادی کا جوہر پیدا کریں، مشکل اوقات میں صحیح فیصلہ لینے کی تدبیریں بھی بتائیں، ان کی مسلسل تربیت اور نگرانی ہوتی رہے، اپنی موجودگی میں ان کو تدریجا بڑے عہدے اور بڑی ذمے داریاں بھی دیں اور غلطیوں پر تنبیہ کریں، حصول یابیوں پر حوصلہ افزائی کریں، اگر یہ سلسلہ کئی سالوں تک جاری رہا تو بزرگ علما کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کچھ حد تک ان کی کمی پوری کرنے کا انتظام ہو جائے گا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے اصاغر اور اکابر علما میں جو ربط وتعلق ہونا چاہیے عام طور پر اس کا فقدان نظر آتا ہے، اصاغر اکابر سے دور نظر آتے ہیں اور اکابر اصاغر سے نالاں۔ ایسے میں دونوں طبقے کو اپنے رویے میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ ممدوح گرامی حضرت مفتی عبد الغفور رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ اس حوالے سے ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے۔

حضرت مفتی عبد الغفور رضوی رحمۃ اللہ علیہ زاہد خشک بھی نہیں تھے، وہ حالات زمانہ پر بھی گہری نظر رکھتے تھے، اردو، ہندی اور انگریزی اخبارات کا مطالعہ فرماتے، ملک کے سلگتے موضوعات پر اپنی ایک رائے رکھتے تھے، جب کبھی ان موضوعات پر گفتگو فرماتے تو بھر پور گفتگو ہوتی، یہ فرق کرنا مشکل ہوجاتا کہ یہ مکتب فقہ کا کوئی معلم ہے یا میدان صحافت کا کوئی تجزیہ نگار۔ آپ اردو، فارسی اور عربی کے ساتھ ہندی، انگلش اور سنسکرت زبان سے بھی واقفیت رکھتے تھے، آپ نے ۱۹۷۵ء میں جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب، ۱۹۷۶ء میں ادیب ماہر اور ۱۹۸۵ء میں ادیب کامل کا امتحان امتیازی پوزیشن سے پاس کیا تھا، آپ نے روہیل کھنڈ یونی ورسٹی سے بی اے کیا، ۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۳ء کے دوران آپ نے عربی وفارسی الہ آباد بورڈ سے، منشی کامل، عالم، فاضل وغیرہ کے امتحانات بھی دیے۔ ہندی زبان پر آپ کو عبور حاصل تھا، انگلش میں دسترس حاصل تھی۔ گویا کہ آپ دینی وعصری علوم کے حسین سنگم تھے۔

ہوتا یہ ہے کہ ہمارے اسلاف گزر جاتے ہیں اور ہم چند دنوں تک ان کا تذکرہ کرکے ہمیشہ کے لیے انھیں بھول جاتے ہیں، نہ ان کی خدمات محفوظ ہو پاتی ہیں اور نہ ہی ان کے اوصاف وکمالات منظر عام پر آپاتے ہیں، اس طرح اپنی جماعت کی نہ جانے کتنی عظیم شخصیتوں کو ہم نے فراموش کر دیا، کتنے جیالوں کو ہم نے بھلا دیا، کتنے ارباب علم وفن ہم نے طاق نسیاں کے حوالے کر دیے، آج جب ان عبقری شخصیات کے تذکرے جمع کرنے کے لیے ہماری ٹیم سرگرداں ہے تو غفلت کے دبیز پردوں میں چھپے ان کے نقوش پا کو ڈھونڈنا مشکل سے مشکل تر ہو گیا ہے، ایسے میں سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کی ٹیم نے یہ فیصلہ لیا کہ فوری طور پر عرس چہلم کے موقع پر ایک خصوصی شمارہ اپنے محسن وکرم فرما کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے طور پر معنون کر دیا جائے۔

کہتے ہیں کہ ارادہ مستحکم ہو تو راستے ہموار ہو جاتے ہیں، ہماری ٹیم کے احباب خصوصا محب محترم مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی، مولانا شارب ضیا رضوی مصباحی، مفتی غلام محمد ہاشمی مصباحی، مولانا سبحان رضا قادری مصباحی، مولانا مظفر حسین رضوی، مولانا مسجد رضا قادری وغیرہم نے شب وروز کی محنت اور مسلسل کوششوں سے یہ خوب صورت شمارہ تیار کیا، جس میں ممدوح گرامی کی حیات وخدمات اور اوصاف وکمالات کے حوالے سے ۱۲؍ مضامین شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ایک درجن سے زائد علما ودانشوران کے تعزیتی پیغامات اور تاثرات بھی اس شمارے کی زینت ہیں۔

بہت ہی قلیل وقت میں یہ شمارہ تیار کیا گیا ہے، اگر احباب کا تعاون شامل نہ ہوتا تو اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا یقینا بڑا دشوار ہوتا، ہم اپنے تمام احباب اور اصحاب قلم کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے کتنی پُر مغز، حکمت و نصیحت سے لبریز بات ارشاد فرمائی ہے:

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
و گر نہ من ہما خاکم کہ ہستم

یہ شعر شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کے ایک قطعہ کا حصہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دن حمام میں ایک مہربان رفیق کے ہاتھوں مجھے ایک خوش بودار مٹی دست یاب ہوئی، اس کی خوش بو بلا کی تھی، مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ اعلیٰ قسم کی کوئی خوش بو ہے، پوچھا تو کیا ہے، مشک یا عبیر؟ کہ تیری دل آویز اور دل کش خوش بو سے میرے مسام جسم معطر ہو گئے ہیں اور مجھ پر مستی کی کیفیت طاری ہے، اس نے زبان حال سے جواب دیا، نہیں نہیں، میں تو ایک حقیر ناچیز معمولی قسم کی مٹی ہوں، بس ایک خوبی میرے اندر یہ ہے کہ ایک عرصۂ دراز تک گُل کی رفاقت و صحبت میں رہی ہوں، لگتا ہے اسی ہم نشیں کا جمال اور اس کی دل آویز خوش بو مجھ پر بھی اثر انداز ہو گئی ہے، ورنہ میری ہستی تو محض خاک کی ہے۔

سبحان اللہ یہ ہے صحبت کی تاثیر، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ اور مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے ارشادات و فرمودات میں جا بجا نیکوں کی صحبت اختیار کرنے، مجالس خیر میں بیٹھنے، علما اور صالحین کی رفاقت و معیت میں رہنے اور بُری صحبت سے گریز کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ اچھوں کی صحبت سے انسان کی زندگی میں دائمی شادابی آتی ہے، نیکیوں کی طرف دل کا رجحان و میلان ہوتا ہے، قلب میں گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے، ایمان و عقیدہ مستحکم ہوتا ہے، جنت سے قریب اور جہنم سے دور ہوتا ہے، ایسا انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک مقبول ہو جاتا ہے، مخلوق الٰہی بھی اسے اچھی نگاہ سے دیکھتی ہے، اولیا، علما اور صالحین کی نگاہ کرم کے فیض سے مس خام بھی کندن بن جاتا ہے، انسان اور انسانیت کا دشمن جب اچھوں کی صحبت سے مستفیض ہوتا ہے تو حق کا علم بردار بن جاتا ہے، قتل و غارت گری کے خوگر کو جب نیکوں کی صحبت کی برکت مل جاتی ہے تو امن و آشتی کا سفیر اور مبلغ بن جاتا ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم میں بھی بڑی تاکید کے ساتھ نیکوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چناں چہ قرآن حکیم میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔ [التوبہ/۱۱۹]

درج بالا آیت کریمہ میں صادقین سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کے بارے میں تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

جو صادق الایمان ہیں مخلِص ہیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاص کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ صادقین سے حضرت ابوبکر و عمر مراد ہیں رضی اللہ عنہما۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ مہاجرین۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ لوگ جن کی نیتیں ثابت رہیں اور قلب و اعمال مستقیم۔

فائدہ: اس آیہ کریمہ سے جہاں نیکوں کی صحبت و معیت میں رہنے کا حکم ثابت ہو رہا ہے، وہیں یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اِجماع حُجّت ہے کیوں کہ صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا، اس سے ان کے قول کا قبول کرنا لازم آتا ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿۲۷﴾ یٰوَیْلَتٰى لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ: اور جس دن ظالم اپنا ہاتھ چبا چبا لے گا کہ ہائے کسی طرح سے میں نے رسول کے ساتھ راہ لی ہوتی وائے خرابی میری ہائے کسی طرح میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا،، [سورۂ فرقان، آیت: ۲۷،۲۸]

شان نزول: عقبہ بن ابی معیط، اُبی بن خلف کا گہرا دوست تھا، حضور سید عالم ﷺ کے ارشاد فرمانے سے اُس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کی شہادت دی اور اس کے بعد اُبی بن خلف کے زور ڈالنے سے پھر مرتد ہوگیا، سرکار دوعالم ﷺ نے اس کے قتل ہوجانے کی خبر دی، چناں چہ وہ بدر میں مارا گیا۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ قیامت کے دن اس کو انتہا درجہ کی حسرت و ندامت ہوگی اور اس حسرت میں وہ اپنے ہاتھوں کو کاٹنے لگے گا۔ اس آیت کا تعلق اگرچہ خاص عقبہ بن ابی معیط سے ہے، تاہم یہ حال تمام کافروں کا ہوگا۔

تفسیر خازن میں درج بالا آیت کریمہ کی وضاحت کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ اس آیت سے نیکوں کی صحبت کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، پھر صاحب کتاب نے صحبت صالح سے متعلق کئی حدیثیں نقل کی ہیں، ان میں سے دو حدیثیں یہ ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ -صلی اللہ علیہ وسلم- قَالَ : الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے تم میں سے ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ -صلی اللہ علیہ وسلم- قَالَ: لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم مومن کے علاوہ کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ، اور تمھارا کھانا صرف متقی لوگ کھائیں۔ (تفسیر خازن، ج:۳، ص:۳۱۳)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمھاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار چاہو گے اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ [سورۂ کہف، آیت:۲۸]

شان نزول: سرداران کفار کی ایک جماعت نے سرکار دوعالم ﷺ سے عرض کیا کہ ہمیں غُربا اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے۔ اگر آپ انہیں اپنی صحبت سے جدا کردیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لانے سے خلق کثیر اسلام لے آئے گی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھیے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں۔

فائدہ: اِس آیہ کریمہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

❶ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربیت خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمائی، جیسا کہ آیت کریمہ اور اس کی شان نزول سے واضح ہو رہا ہے۔

❷ یہ بھی واضح ہوا کہ ہم نشیں اختیار کرنے میں دولت و ثروت پیش نظر نہیں ہونی چاہیے، اچھا انسان چاہے قلاش ہی کیوں نہ ہو اس کی صحبت بہتر ہے، بُرا انسان مال دار ہی کیوں نہ ہو اس کی صحبت سم قاتل ہے۔

❸ یہ بھی معلوم ہوا کہ صبح و شام خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بہت افضل ہے۔ اس کے علاوہ دوسری آیتوں میں بھی اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

❹ ویسے تو صالحین کی بہت ساری علامتیں ہیں، اِس آیت میں دو علامتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اول یہ کہ وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور دوسری یہ کہ ہر عمل سے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے طلب گار ہوتے ہیں۔

❺ اس میں قیامت تک کے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ غافلوں، متکبروں، ریاکاروں، مال داروں کی نہ مانا کریں اور ان کے مال و دولت پر نظریں نہ جمائیں بلکہ مخلص، صالح، غربا و مساکین کے ساتھ تعلق رکھیں اور ان ہی کی اطاعت کیا کریں۔

رب قدیر سے دعا ہے کہ ہم سب کو اچھوں کی صحبت میں رہنے اور بُروں کی صحبت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، انبیا، اولیا، اخیار امت اور صالحین کے نقوش قدم پر چلنے اور ان کی تعلیمات کو حرز جاں بنانے کی توفیق ارزانی کرے۔ آمین۔

☆☆☆

علم فقہ اور فقیہ کی فضیلت واہمیت احادیث کی روشنی میں

محمد ساجد رضا مصباحی: استاذ دارالعلوم غریب نواز، داہوگنج، منی پٹی، کشی نگر، یوپی

علوم اسلامیہ میں علم فقہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اس علم کے ذریعہ ہمیں شرعی احکام معلوم ہوتے ہیں، زندگی کے ہر موڑ پر ہم اس علم کے محتاج ہیں، اسی لیے احادیث مبارکہ میں اس کے تحصیل کی تاکید فرمائی گئی ہے اور فقہاے کرام کے لیے متعدّد بشارتیں وارد ہیں۔ ذیل کی سطروں میں کالم کے اختصار کے پیش نظر فقہ کی تعریف اور اس کی فضیلت واہمیت کے حوالے سے چند احادیث پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

علامہ سید شریف علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی فرماتے ہیں:

هو العلم بالاحكام الشرعية العمليه المكتسب من ادلتها التفصيلية، وقيل هو الاصابة والوقوف على المعنى الخفى الذى يتعلق به الحكم، وهو علم مستنبط بالرأى والاجتهاد ويحتاج فيه الى النظر والتامل. [میر سید شریف، التعریفات: ۲۱۶، طبع بیروت لبنان]

"احکامِ شرعیہ عملیہ کا علم جو اس کے تفصیلی دلائل سے حاصل ہو اور ایک قول کے مطابق اس پوشیدہ معنی پر واقف ہونا جس سے حکم [شرعی] کا تعلق ہے اور یہ علم غور و فکر اور اجتہاد سے حاصل ہوتا ہے اور اس میں فکر و نظر کی ضرورت ہوتی ہے"

قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ۠ [التوبہ/۱۲۲]

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب کے سب نکلیں، تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ، وَالْفِقْهُ بِالتَّفَقُّهِ، وَمَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ. وَإِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ. [طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۳۹۵]

ترجمہ: اے لوگو! بے شک علم سیکھنے سے آتا ہے اور فقہ [غور وفکر کے ساتھ] سمجھنے سے آتی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ اور اللہ کے بندوں میں سے اُس سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا جَعَلَ فِيهِ ثَلَاثَ خِلَالٍ: فَقَّهَهُ فِي الدِّيْنِ، وَزَهَّدَهُ فِي الدُّنْيَا، وَبَصَّرَهُ عُيُوْبَهُ. وَفِي رِوَايَةٍ: وَمَنْ أُوْتِيَهُنَّ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ. [بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۴۷]

یعنی اللہ تعالیٰ جس بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اس میں تین خصلتیں پیدا فرماتا ہے:

1. اسے دین کا تفقّہ عطا فرماتا ہے۔
2. اسے دنیا سے بے رغبتی عطا کر دیتا ہے۔
3. اس کے عیبوں کو اس پر ظاہر فرما دیتا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے: جسے یہ ساری چیزیں عطا کر دی گئیں اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا کر دی گئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَا عُبِدَ اللهُ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ فِقْهٍ فِي دِيْنٍ. [بیہقی، شعب

الایمان، ۲:۲٦٦]

جس شخص کو دین کی فقہ و معرفت نصیب ہو جائے تو یہ سب سے افضل عبادت ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَقِيهٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ. [ترمذي، السنن، کتاب العلم، باب ماجاء في فضل الفقہ علی العبادۃ۔]

یعنی ایک فقیہ، شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارک میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

مَا عُبِدَ اللهُ بِشَيئٍ أَفْضَلَ مِنْ فِقْهٍ فِي دِيْنٍ. وَلَفَقِيهٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ. وَلِكُلِّ شَيئٍ عِمَادٌ وَعِمَادُ هٰذَا الدِّيْنِ الْفِقْهُ. [دار قطني، السنن، 3:]

جس شخص کو دین کی فقہ و معرفت نصیب ہو جائے تو یہ سب سے افضل عبادت ہے۔ ایک فقیہ ایک ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون فقہ [دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنا] ہے۔

یہ روایت بیان کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَأَنْ أَجْلِسَ سَاعَةً فَأَفْقَهَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُحْيِيَ لَيْلَةً إِلَى الْغَدَاةِ.

مجھے دینی مسائل سمجھنے کے لیے ایک گھڑی بیٹھنا پوری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

نبی کریم ﷺ نے متعدّد مواقع پر فقہ کی فضیلت یعنی دین اسلام کی معرفتِ کاملہ کے مقام و مرتبہ کو واضح فرمایا ہے۔

ارشاد فرمایا:

وَلِكُلِّ شَيئٍ عِمَادٌ، وَعِمَادُ هٰذَا الدِّيْنِ الْفِقْهُ. [طبراني، المعجم الأوسط، ٦:١٩٤]

ترجمہ: ہر عمارت کا کوئی نہ کوئی ستون ہوتا ہے۔ اور دین اسلام کا ستون فقہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَلِيلُ الْفِقْهِ خَيرٌ مِنْ كَثِيرِ الْعِبَادَةِ. [طبرانی، المعجم الأوسط، ٨:٣٠٢]

ترجمہ: قلیل فقہ کثیر عبادت سے بہتر ہے۔

یعنی اگر علم میں ثقاہت و معرفت اور ظاہر و باطن کی پختگی آجائے تو پھر تھوڑا سا علم بھی کثیر عبادت سے زیادہ مفید ہوتا ہے۔

ان تمام احادیث کریمہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ علم فقہ بڑا بابرکت اور انتہائی اہمیت کا حامل علم ہے، جاہل عابد چاہے جتنی عبادتیں کرلے فقیہ کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ حدیث پاک میں واضح لفظوں میں فرمایا گیا کہ ایک فقیہ ہزار عابدوں پر بھاری ہے۔

علم فقہ کے حاملین ہی صحیح معنوں میں دینی قائد و رہ نما ہیں، انھی کو زیب دیتا ہے کہ وہ قوم کی قیادت کریں، ورنہ آج تو قائدین ملت پڑھنے لکھنے کی زحمت گوارہ نہیں کرنا چاہتے، قیادت کا عہدہ عام طور پر وراثت میں مل جاتا ہے، ایسی قیادت قوم کو کس راستے پر لے جائے گی بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ مسعود کے ان لفظ کو پڑھیں:

وعن عبد الله بن مسعود أنه كان يقول: المتقون سادة، والفقهاء قادة، ومجالستهم زيادة. [المجمع الزوائد ص: ١٢٦]

ترجمہ: متقی لوگ سردار ہیں، فقہا قائد و رہنما ہیں اور ان کی مجالس نیکیوں میں بڑھی ہوئی ہیں۔

لہذا ہمیں اس علم کی تحصیل کی رغبت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے اور اس کی حفاظت کی کوشش کرنی چاہیے، آج علم دین خاص طور سے علم فقہ سے بے اعتنائی برتی جا رہی ہے۔ یہ روش ہمارے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔ اللہ جل شانہ ہمیں فقہی بصیرت عطا فرمائے اور فقہاے امت کے فیضان سے مالا مال فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

اپنے سوالات درج ذیل واٹسپ نمبر یا ای میل آئی ڈی پر بھیج سکتے ہیں:

8953078321/9473927746/Paighamemustafa2018@gmail.com

حالت حمل میں طلاق واقع ہوجاتی ہے

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی حاملہ بیوی کو ایک مہینہ پہلے ایک طلاق دیا تھا اور اب ایک مہینہ بعد دوسری طلاق دے دیا تو عند الشرع کون سی طلاق واقع ہوئی اور اس کی عدت کیا ہوگی، اب زید اپنی بیوی کو نکاح میں لانا چاہتا ہے۔ قرآن و حدیث کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: حافظ امام الدین، کرناٹک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجـــــــــــــــــــــــواب:

حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ

ترجمہ: اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں۔ [سورۂ طلاق، آیت:۴]

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حاملہ خاتون کی عدت بیان فرمائی ہے اور اس میں متوفیٰ عنہا زوجھا کی قید نہیں بلکہ یہ مطلق ہے، اس لیے یہ مطلقہ حاملہ اور متوفیٰ عنہا زوجہا دونوں کو شامل ہے۔

جامع ترمذی میں ہے:

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فِي الحَيْضِ، فَسَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلاً.

ترجمہ: حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دیا، اس بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استفسار کیا تو ارشاد فرمایا: اسے رجعت کرنے کا حکم دیجیے پھر اگر وہ طلاق دینا چاہے تو حالت طہر یا حالت حمل میں طلاق دے۔ [جامع ترمذی، ج:۲، ص:۴۰۷، حدیث:۱۱۷۶، باب طلاق السنہ]

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

وَطَلَاقُ الْحَامِلِ يَجُوزُ وَيُطَلِّقُهَا لِلسُّنَّةِ ثَلَاثًا يَفْصِلُ بين كل تَطْلِيقَتَيْنِ بِشَهْرٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالَى كَذَا فِي الْهِدَايَةِ [فتاویٰ عالم گیری، ج:۱، ص:۳۴۹، کتاب الطلاق]

باقی صفحہ 19 پر

قرآن کا سائنسی مزاج

مہتاب پیامی: شعبۂ کمپیوٹر جامعہ اشرفیہ مبارک پور

قرآن پروردگارِ عالم کی ایک لازوال نعمت ہے جو حضورِ اکرم ﷺ کے وسیلہ سے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے نازل ہوا۔ ہر دور میں انسان نے اس وسیع اور بسیط کتاب کی تشریح اور تفہیم اپنے علم کی روشنی میں کی ہے اور علم کے ارتقا کے ساتھ ساتھ اس کی قرآن فہمی کی صلاحیتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ صدیوں تک قرآن کی تفسیر کرنے والے بعض آیات کی صریحاً توضیح کرنے سے قاصر رہے ۔ بہت سی آیات ایسی ہیں جن کا ظاہری ترجمہ تو کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی پوشیدہ حقیقتوں کا انسانی علم احاطہ نہیں کر سکتا۔ جدید علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ ان حقائق کی کماحقہ، ترجمانی میں آسانیاں ہوئی ہیں اور ظاہری معانی کے علاوہ پنہاں مقاصد بھی بڑی حد تک واضح ہوتے جا رہے ہیں۔

قرآن اور علوم جدید بالخصوص سائنس کے موضوع پر بحث دانش وروں کو فکر کا موقع ملتا ہے۔ عام طور پر قرآن اور سائنس کے موضوع پر بحث کا رخ قرآنی ارشادات اور سائنسی ایجادات کے درمیان ہم آہنگی کی تلاش پر مرکوز رہتا ہے۔ اور اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ سائنسی ایجادات اور انکشافات کو قرآن کریم کی کسی نہ کسی پیشین گوئی پر منطبق کیا جائے۔ یہ بھی قرآن فہمی کا ایک رخ ہوسکتا ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن اٹل حقیقتوں سے بحث کرتا ہے جب کہ سائنسی نظریات بدلتے رہتے ہیں۔

سطور ذیل میں قرآن عظیم کے سائنسی مزاج کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سائنس بنیادی طور پر ایک انداز فکر ہے۔ محدود معنوں میں ہم سائنس سے فزکس، کیمسٹری، بیالوجی وغیرہ مراد لیتے ہیں لیکن آفاقی مفہوم میں سائنس کائنات کا علم ہے۔ سائنس لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "جاننا" کے ہیں۔ پروفیسر کے لنگسر ڈ کے مطابق سائنس نظامِ فطرت کے علم کا نام ہے جو مشاہدہ، تجربہ اور عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ علم کے جس شعبے کو ہم سائنس کہتے ہیں اس کا دوسرا نام علم کائنات ہے جس میں انسان کا علم بھی شامل ہے۔ سائنس دان کائنات کے مشاہدے سے کچھ نتائج اخذ کرتا ہے اور ہر درست سائنسی نتیجے کو ہم مستقل علمی حقیقت یا قانون قدرت سمجھتے ہیں۔ مشاہدے اور تجربے سے دریافت ہونے والے علمی حقائق کو جب مرتب اور منظم کر لیا جاتا ہے تو اسے ہم سائنس کہتے ہیں۔

سائنسی رویہ انفرادی سوچ بچار [Individual Inquiry] منطقی طرز فکر [Logical Approach]، جرحی سوالات کی جرأت [Critical Question ing]،شوق تجسس [Inquisitiveness] اور استدلالی صلاحیتوں [Argumentative capacity] پر مشتمل ہوتا ہے۔ بعض معاشروں میں مروجہ عقائد، فطرتی شوق و تجسس اور دریافت طلبی کو برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ گلیلیو کی مثال سامنے ہے جس کو مروجہ عقائد کے خلاف نئے سائنسی انکشافات پیش کرنے پر موت کی سزا دی گئی۔ اس کے برعکس مسلمان سائنس دانوں نے قرآنی احکامات اور ارشادات کی روشنی میں بے مثال کامیابیاں حاصل کیں۔

بہ حیثیت کتاب قرآن کی بے شمار فضیلتیں ہیں۔ اس کے پڑھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ دنیا کی اکثر زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہوا ہے۔ بے شمار فن کاروں نے اس کی تزئین اور آرائش کی اور ایک سے ایک لاجواب شکل پیش کیا۔ اس کی ایک خاص فضیلت اس کے متن کی دائمیت ہے جس کو ابد تک انسانیت

کی رہ نمائی کرنا ہے۔ اس کے مطالب میں کشادگی اور بلندی کی ایسی صلاحیت موجود ہے کہ ہر دور کا انسان اس سے رہ نمائی حاصل کرسکتا ہے۔ دنیا میں موجود بے شمار تفسیریں اس بات کا ثبوت ہیں کہ کس طرح ہر دور کے انسان نے اس کے مفہوم کو اپنے علم کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ قرآن کی سب بڑی فضلیت یہ ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے اور اس کا موضوع بحث کائنات ہے۔ لہٰذا خدا کے قول اور فعل میں ہم آہنگی ضروری ہے۔ اگر ہم اپنے ناقص علم سے یہ ہم آہنگی تلاش نہیں کرسکتے تو یہ ہمارا قصور ہے۔ ہماری مروجہ تقسیم علوم کے حوالے سے یہ کسی شعبۂ علم کی کتاب نہیں۔ اس کے باوجود اس میں تمام کائنات کا علم ہے۔ مختصراً یہ کے اس میں وہ صداقتیں ہیں جن کی بنا پر یہ نظامِ کائنات چل رہا ہے دوسرے وہ تاریخی اصول ہیں جن کے تحت قوموں کا عروج وزوال ہوتا ہے اور تیسرے وہ اخلاقی ضابطے ہیں جن سے معاشرہ اور فرد کی زندگی سنورتی ہے اور جن کے ترک کرنے سے فساد واقع ہوتا ہے۔ قرآن کوئی سائنس کی درسی کتاب نہیں ہے اس کے باوجود اس میں مختلف اشاروں، کنایوں اور اصولوں کا ذکر ہے جن کے ذریعہ قرآن فطرت کے بعض بنیادی اصولوں اور سائنسی حقیقتوں سے متعلق اپنے پڑھنے والوں کے لیے فکر کی راہ متعیّن کرتا ہے۔ قرآن کا مطالعہ کرتے وقت قاری کو مضامین اور موضوعات کے تنوع [Diversity] کی فراوانی پر حیرت ہوتی ہے، مثلاً تخلیق کائنات، قوموں کا کردار، تمدنی اصول وغیرہ، لیکن ان تمام موضوعات کی غرض وغایت ایک دینی مقصد ہے، جس سے ایمان اور عقیدے میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ خدا کی قدرت کاملہ کے متعلق قرآن میں جو ارشادات ملتے ہیں انہیں پڑھ کر فکر انسان میں تخلیق کائنات پر غور اور فکر کرنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور اس کی روشنی میں انسان کا ہر فعل قدرت کے منشا اور مرضی کے مطابق ہوتا ہے، یہی دین کی بنیادی غرض ہے۔

قرآن کا مطالعہ ہمیں جابہ جا فطرت کا مشاہدہ کرنے اور عوامل فطرت پر تحقیق وجستجو کی مسلسل دعوت دیتا ہے۔ مثلاً:

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ [الرعد:۳]

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں لنگر اور نہریں بنائیں، اور زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو طرح کے بنائے رات سے دن کو چھپا لیتا ہے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو۔[کنزالایمان]

وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآىٕغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ۝۶۶ [النحل:۶۶]

ترجمہ: اور بے شک تمھارے لیے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے، گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اترتا پینے والوں کے لیے۔[کنزالایمان]

وَكَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۱۰۵ [یوسف:۱۰۵]

ترجمہ: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ اکثر لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔[کنزالایمان]

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۱۶۴ [البقرۃ:۱۶۴]

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات ودن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقل مندوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔[کنزالایمان]

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۵۷ [غافر:۵۷]

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ [کنزالایمان]

امام ابن کثیر ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک نے اپنی تیس سال کی مدتِ عبادت پوری کرلی تھی مگر جس طرح اور عابدوں پر تیس سال کی عبادت کے بعد ابر کا سایہ ہو جایا کرتا تھا اس پر نہ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے یہ حال بیان کیا۔ اس نے کہا بیٹے تم نے اپنی اس عبادت کے زمانہ میں کوئی گناہ کرلیا ہوگا، اس نے کہا: اماں ایک بھی نہیں۔ کہا پھر کسی گناہ کا پورا قصد کیا ہوگا۔ جواب دیا کہ ایسا بھی مطلقاً نہیں ہوا۔ ماں نے کہا بہت ممکن ہے کہ تم نے آسمان کی طرف نظر کی ہو اور غور و تدبر کے بغیر ہی ہٹا لی ہو۔ عابد نے کہا کہ ایسا تو برابر ہوتا رہا۔ فرمایا بس یہی سبب ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے بھی لوگوں کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا اور بڑی تاکید سے فرمایا کہ علم کا حصول ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ [مشکوٰۃ شریف ج:۱، حدیث نمبر ۲۱۲]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے

قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا [فاطر: ۲۸]

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ [کنزالایمان]

یہاں ایک اہم واقعہ کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے راوی علامہ عنایت اللہ مشرقی ہیں۔ یہ واقعہ ان کے ساتھ اس وقت پیش آیا جب وہ برطانیہ میں زیر تعلیم تھے۔

''۱۹۰۹ء کا ذکر ہے، اتوار کا دن تھا اور زور کی بارش ہو رہی تھی۔ میں کسی کام سے باہر نکلا تو جامعہ کیمبرج کے مشہور ماہر فلکیات سر جیمز جینس [James Jeans] بغل میں انجیل دبائے چرچ کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے قریب ہو کر سلام کیا تو وہ متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ''دو باتیں، اوّل یہ کہ زور سے بارش ہو رہی ہے اور آپ نے چھاتا بغل میں داب رکھا ہے''۔ سر جیمز اپنی بد حواسی پر مسکرائے اور چھاتا تان لیا۔ ''دوم یہ کہ آپ جیسا شہرۂ آفاق آدمی گرجا میں عبادت کے لیے جا رہا ہے؟'' میرے اس سوال پر جیمز لمحہ بھر کے لیے رک گئے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، ''آج شام میرے ساتھ چائے پیو''!

چناں چہ میں شام کو ان کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ ٹھیک چار بجے لیڈی جیمز نے باہر آکر کہا: ''سر جیمز تمھارے منتظر ہیں''۔ اندر گیا تو ایک چھوٹی سی میز پر چائے لگی ہوئی تھی، پروفیسر صاحب تصوّرات میں کھوئے ہوئے تھے۔ کہنے لگے، ''تمھارا سوال کیا تھا؟'' اور میرے جواب کا انتظار کیے بغیر اجرام آسمانی کی تخلیق، ان کے حیرت انگیز نظام، بے انتہا پنہائیوں اور فاصلوں، ان کی پیچیدہ راہوں اور مداروں نیز باہمی روابط اور طوفان ہائے نور پر وہ ایمان افروز تفصیلات پیش کیں کہ میرا دل اللہ کی اس کبریائی و جبروت پر دہلنے لگا اور ان کی اپنی کیفیت تھی کہ سر کے بال سیدھے اُٹھے ہوئے تھے، آنکھوں سے حیرت و خشیت کی دوگونہ کیفیتیں عیاں تھیں، اللہ کی حکمت و دانش کی ہیبت سے ان کے ہاتھ قدرے کانپ رہے تھے اور آواز لرز رہی تھی۔ فرمانے لگے، ''عنایت اللہ خاں، جب میں اللہ کے تخلیقی کارناموں پر نظر ڈالتا ہوں تو میری تمام ہستی اللہ کے جلال سے لرزنے لگتی ہے اور جب میں کلیسا میں اللہ کے سامنے سرنگوں ہو کر کہتا ہوں ''تو بہت بڑا ہے'' تو میری ہستی کا ہر ذرّہ میرا ہم نوا بن جاتا ہے، مجھے بے حد سکون اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔ مجھے دوسروں کی نسبت عبادت میں ہزار گنا زیادہ کیف ملتا ہے، کہو عنایت اللہ خاں! تمھاری سمجھ میں آیا کہ میں کیوں گرجا جاتا ہوں؟''

علامہ مشرقی کہتے ہیں کہ پروفیسر جیمز کی اس تقریر نے میرے دماغ میں عجیب کہرام پیدا کر دیا۔ میں نے کہا ''جناب والا! میں آپ کی روح پرور تفصیلات سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ اس

سلسلہ میں قرآن مجید کی ایک آیت یاد آگئی ہے، اگر اجازت ہو تو پیش کروں؟" فرمایا "ضرور!" چناں چہ میں نے یہ آیت پڑھی:

وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِیْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ ﴿۲۸﴾ [فاطر:۲۷،۲۸]

ترجمہ: اور پہاڑوں میں راستے ہیں سفید اور سرخ رنگ کے اور کچھ کالے بھوچنگ [سیاہ کالے] اور آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے رنگ یونہی طرح طرح کے ہیں اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ [کنزالایمان]

یہ سنتے ہی پروفیسر جیمز بولے:

"کیا کہا؟ اللہ سے صرف اہل علم ڈرتے ہیں؟ حیرت انگیز، بہت عجیب۔ یہ بات جو مجھے پچاس برس مسلسل مطالعہ اور مشاہدہ کے بعد معلوم ہوئی، محمد [ﷺ] کو کس نے بتائی؟ کیا قرآن مجید میں واقعی یہ آیت موجود ہے؟ اگر ہے تو میری شہادت لکھ لو کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ محمد [ﷺ] اُمّی تھے، انہیں یہ عظیم حقیقت خود بخود معلوم نہیں ہو سکتی تھی، یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں بتائی تھی۔ بہت خوب، بہت عجیب!"

چنانچہ سائنس ہمیں اس کائنات اور دیگر موجودات کے مطالعے کا ایک طریقہ بتاتی ہے۔ اس سے ہمیں مخلوق کے وجود کی رعنائیوں اور خالق کی حکمت بالغہ کا شعور ملتا ہے۔ لٰہذا اسلام سائنس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کیوں کہ ہم اس کے ذریعے تخلیقاتِ خداوندی کی لطافتوں اور نزاکتوں کا بہتر مطالعہ کر سکتے ہیں۔

اسلام مطالعہ اور سائنس کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرتا ہے بلکہ اس امر کی بھی اجازت دیتا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنے تحقیقی کام کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے دین کے بیان کردہ حقائق سے بھی مدد لے سکتے ہیں۔ اس سے ٹھوس نتائج برآمد ہونے کے ساتھ ساتھ منزل بھی جلد قریب آجائے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دین وہ واحد ذریعہ ہے جو زندگی اور کائنات کے ظہور میں آنے سے متعلق سوالات کا صحیح اور متعیّن جواب فراہم کرتا ہے۔ اگر تحقیق صحیح بنیادوں پر استوار ہو تو وہ کائنات کی ابتدا، مقصدِ زندگی اور نظامِ زندگی کے بارے میں مختصر ترین وقت میں کم سے کم قوت کو بروے کار لاتے ہوئے بڑے حقائق تک پہنچادے گی۔

آج سائنس نے جو ترقی کی ہے اس نے انسان پر حیرت کے دروازے کھول دیے ہیں، جس چیز کے متعلق آج سے ۵۰/یا ۱۰۰/سال پہلے سوچنا بھی محال تھا وہ ممکن ہو چکی ہے۔ انسان زندگی کے ہر شعبے میں سائنسی علوم پر بھروسا کرتا اور اس کو اپناتا چلا جا رہا ہے، مگر سائنس کا ایک نقصان دہ پہلو یہ سامنے آیا ہے کہ بعض مسلمان بھی دین کے معاملے میں سائنس کو بہت زیادہ اہمیت دینے لگے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام اور سائنس میں تضاد ہے، دونوں ایک ساتھ نہیں چل سکتے اور یہ کہ اسلام ایک قدیم مذہب ہے جو موجودہ زمانے کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

فزکس کے مشہور نوبل انعام یافتہ سائنس دان "البرٹ آئن سٹائن" کے بقول "سائنس مذہب کے بغیر لنگڑی ہے اور مذہب سائنس کے بغیر اندھا۔" اس کے معنی یہ ہیں کہ سائنس کو اگر مذہب کی روشنی اور رہ نمائی حاصل نہ ہو تو وہ صحیح طور پر آگے کی طرف قدم نہیں بڑھا سکتی۔ ایسا نہ کرنے سے یقینی نتائج کے حصول میں نہ صرف بہت سا وقت ضائع ہو جائے گا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ امکان بھی غالب ہے کہ تحقیق بالکل بے نتیجہ اور ناقص رہے گی اور ماضی گواہ ہے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ مادہ پرست سائنس دانوں نے ماضی میں جو طریقہ اختیار کیا بالخصوص پچھلے ۲۰۰/سال میں، وہ جو مساعی بروے کار لاتے رہے اس میں بہت سا وقت ضائع ہوا۔ بہت سی تحقیق اکارت گئی اور اس پر صرف ہونے والا لاکھوں کروڑوں ڈالرز کا سرمایہ ضائع ہو گیا۔ اس سے انسانیت کو کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہو سکا۔ اس لیے کہ ان کی تحقیق غلط راستوں پر تھی۔ یہی چیز مذہب اور سائنس کے درمیان ٹکراؤ کا باعث بنی اور اہل مذہب سائنس سے متنفر ہوئے۔

اس سے یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہیے کہ سائنس صرف اسی صورت میں قابل اعتماد نتائج حاصل کر سکتی ہے جب اس کی

تحقیق و تفتیش کا مدعا و مقصد کائنات کے رازوں اور اشاروں کو سمجھنا ہو۔ اگر اس نے اپنے وقت اور وسائل کو ضائع ہونے سے بچانا ہے تو اسے صحیح ہدایت کی روشنی میں صحیح راستے کا انتخاب کرنا ہوگا۔

یہ تصور کہ سائنس اور مذہب ایک دوسرے کے مخالف ہیں، یہودیت اور عیسائیت کے زیر اثر ممالک میں بھی اسی طرح پھیلا ہوا ہے جیساکہ اسلامی دنیامیں ہے، خصوصیت سے سائنسی حلقوں میں اگر اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی جائے تو طویل مباحث کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ مذہب اور سائنس کے مابین تعلق کسی ایک جگہ یا ایک وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہا ہے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ کسی توحید پرست مذہب میں کوئی ایسی تحریر نہیں ہے جو سائنس کو رد کرتی ہو۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ ماضی میں چرچ کے حکم کے مطابق سائنسی علوم کا حصول اور اس کی جستجو گناہ قرار پائی تھی۔ پادریوں نے عہد نامہ قدیم سے ایسی شہادتیں حاصل کیں جن میں لکھا ہوا تھا کہ وہ ممنوعہ درخت جس سے حضرت آدم نے پھل کھایا تھا وہ شجر علم تھا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور اپنی رحمت سے محروم کر دیا۔ سائنسی علوم چرچ کے حکم سے مسترد کر دیے گئے اور ان کا حصول جرم قرار پایا۔ زندہ جلا دیے جانے کے ڈر سے بہت سے سائنس دان جلا وطنی پر مجبور ہو گئے یہاں تک کہ انہیں توبہ کرنا، اپنے رویہ کو تبدیل کرنا اور معافی کا خواستگار ہونا پڑا۔ مشہور سائنس دان گلیلیو پر اس لیے مقدمہ چلایا گیا کہ اس نے اس نظریہ کو مان لیا تھا جو زمین کی گردش کے بارے میں کوپرنیکس نے پیش کیا تھا اور اس مقدمے کے نتیجے میں گلیلیو کو سزائے موت ہوئی اور اسے موڑ کر توڑ دیا گیا، تاریخ میں اتنی خوف ناک سزائے موت شاید ہی کسی کو دی گئی ہو۔ اور یہ نتیجہ تھا "کتاب مقدس" بائبل کی ایک غلط تاویل کا۔

☆☆☆

صفحہ 14 کا بقیہ

اس لیے صورت مسئولہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ ہندہ پر دو طلاق رجعی واقع ہوگئی، وضع حمل سے پہلے پہلے شوہر کو رجعت کا حق ہے، اگر رجعت نہ کرے اور وضع حمل ہو جائے تو اب رجعت کافی نہیں بلکہ نکاح جدید ضروری ہے۔ رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ کرے اور عورت کو بھی اس کی خبر کر دے کہ عدّت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کر لے، رجعت کے الفاظ یہ ہیں: میں نے تجھ سے رجعت کی یا اپنی زوجہ سے رجعت کی یا تجھ کو واپس لیا۔ یا روک لیا۔ فتاویٰ عالم گیری میں ہے: فَالسُّنِّيُّ أَنْ يُرَاجِعَهَا بِالْقَوْلِ وَيُشْهِدَ علی رَجْعَتِهَا شَاهِدَيْنِ وَيُعْلِمَهَا بِذَلِكَ۔ [فتاویٰ عالم گیری، ج:۱، ص:۴۶۸، کتاب الطلاق، الباب السادس]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد عارف حسین القادری المصباحی
خادم الافتاء دار العلوم غریب نواز، مرزا غالب روڈ، الہ آباد

☆☆☆

آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے، پوری انسانی تاریخ میں انگریز وہ واحد قوم ہے جو پیدائشی طور پر آزادی کی دشمن ہے، اس قوم کا ناپاک قدم جہاں بھی پہنچا وہاں کی تہذیب برباد، آبادی ویران، شہر بے رونق، گاؤں کھنڈر، زمین بنجر، کھیت تباہ، علاقے قحط زدہ، انسانیت خوفزدہ، قوم غلام اور سوچ کے پیمانے بدل گئے، یہ فتنہ ہندوستان میں بھی پہنچا اور چاروں طرف اس فتنے نے نفرتوں کی آگ لگا دی، دیکھتے ہی دیکھتے اس فتنے نے ہندوستان کی وہ شادابی چاٹ لی جس میں مسلم سلاطین نے بڑی قربانیاں دے کر رنگ بھرا تھا، اس فتنے نے یہاں کے پُرامن ماحول کو ایک دم سے دہکتا انگارہ بنا دیا جس کو مسلم سلاطین نے اپنی فطری شرافت، صلح جو طبیعت اور امن پسند مزاج سے قائم کیا تھا، انگریز قوم مفلس تاجروں کے بھیس میں ہندوستان میں داخل ہوئی تھی، رحم دل مسلم سلاطین کی اجازت سے اس نے کارخانے قائم کیے، حفاظت کے نام پر قلعے بنائے، پھر ہندوستانیوں کو آپس میں لڑا کر خود ہی تخت و تاج کے مالک بن گئی، مسلمانوں کو پہلے قلاش پھر کچھ کو جلا وطن، کچھ کو قتل، کچھ کو سولی پر لٹکا کر اپنی بے مثال احسان مندی کا ثبوت دیا، پھر اس کے بعد ہندوستان کو چوسنا شروع کر دیا، وہ قوم جو تاجر بھکاریوں کی طرح ۱۶۵۰ عیسوی کو ہندوستان میں داخل ہوئی تھی اسی قوم کو جانباز ہندوستانیوں نے ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء میں ہندوستان سے بھگا دیا، ہندوستانیوں نے کئی بار انگریزی تسلط سے چھٹکارے کی کوشش کی، اس کے لیے پلاسی اور بکسر کی جنگیں لڑیں، ۱۸۵۷ عیسوی میں آخری بار آر پار کی جنگ لڑی گئی لیکن کچھ ضمیر فروش غداروں کی وجہ سے ہندوستانی یہ جنگ ہار گئے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ میں انگریزوں کے خلاف چوں کہ مسلمانوں نے سب سے زیادہ حصہ لیا تھا اور مسلمانوں ہی نے سب سے زیادہ ان کو نقصان پہنچایا تھا، اس لیے انگریزوں کے انتقام کا نزلہ مسلمانوں ہی پر زیادہ اترا، جس کے بعد چاروں طرف سے انگریزوں نے مسلمانوں کو گھیر کر کچلنا شروع کر دیا، دیکھتے ہی دیکھتے پانچ لاکھ مسلمانوں کی لاش کھیت کر کے لال قلعہ پر اپنا جھنڈا لہرا دیا، ایک انگریز افسر ہنری کوٹن کے مطابق دہلی سے پشاور تک شاید ہی کوئی خوش قسمت درخت رہا ہوگا جس پر ایک یا دو عالم اہل سنّت کی لاش نہ لٹکی ہو، ایک اندازے کے مطابق قبضہ کے دوران ۲۲/ ہزار اور قبضہ کے بعد ۱۴/ ہزار علمائے اہل سنت کو سولی دی گئی، ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے تسلط کے بعد جس ہندوستانی پر انہیں شک ہوا، اسے فوراً سولی پر لٹکا دیا، اس کی جائیداد ضبط، املاک تباہ اور مکان زمین بوس کر دیا، کچھ وہ تھے جو جلا وطن کیے گئے، کچھ کو کالا پانی بھیج دیا گیا، کچھ کو تہ خانوں میں بے آب و دانہ تڑپا تڑپا کر مار دیا گیا، ہندوستان کی آزادی میں مسلمانوں کی قربانیاں جس زاویے سے دیکھیے کوئی دوسری قوم ان کی برابری کا دعوی نہیں کر سکتی۔

۱۹۴۷ء سے پہلے جب انقلاب کا بگل بجا تو جھانسی کی رانی لکشمی بائی نے بہادری دکھائی تھی اور آج تک اس کی بہادری یاد کی جا رہی ہے، اس پر تاریخ لکھی گئی، ڈرامے اور فلمیں بنائی گئیں، لیکن اس سے بہت پہلے لکھنو میں بیگم حضرت محل نے انگریزوں کو اس سے کہیں زیادہ نقصان پہنچایا تھا، جھانسی کی رانی کی بہادری یاد رکھی گئی لیکن اس کے کمانڈر ان چیف میر بخشش علی کی قربانیاں بھلا دی گئیں، تاریخ گواہ ہے، وطن پر پہلے میر بخشش علی قربان ہوا تھا پھر

رانی قربان ہوئی تھی، راناصاحب پیشوا انگریزوں کے خلاف لڑے تھے، آج یہ سب کو بتایا جارہا ہے، لیکن اس کے قدم سے قدم ملا کر لڑنے والا عظیم اللہ خان بھلا دیا گیا، اجودھیا میں بابا رام چرن داس نے انگریزوں کے خلاف جنگ کی شروعات کی تھی اور مولانا عامر علی نے اس جنگ کو اختتام تک پہنچایا تھا، جب دونوں پکڑے گئے تو انگریزوں نے دونوں کو ایک ہی رسی میں لٹکا کر پھانسی دی تھی، حیرت انگیز طریقے سے باباچرن داس کو یاد رکھا گیا اور میر عامر علی بھلا دیے گئے۔

ہریانہ ہانسی کے رہنے والے حکم چند جین نے انگریزوں کے خلاف جو اقدامات کیے تھے آج وہ تاریخ کا حصّہ ہیں، لیکن ان کے قدم سے قدم ملا کر جواں مردی دکھانے والا ایک مسلمان منیر الدین بیگ کو زمانے نے بھلا دیا، ان دونوں ہی نے انگریزوں کے خلاف محاذ سنبھالا تھا، اس کے بدلے میں انگریزوں نے دونوں کو پکڑ کر یہ سزا دی تھی، حکیم چند جین کو اس کے مذہب کے خلاف زندہ دفنا دیا اور منیر الدین بیگ کو مسلمانوں کے مذہب کے خلاف زندہ جلا دیا۔

گاندھی جی کو ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا لیکن اس کے خادم مٹک انصاری کی یہ بہادری بھی یاد رکھنے کی چیز ہے کہ انگریزوں نے انصاری کو مجبور کیا تھا کہ گاندھی جی کے کھانے میں زہر ملا دے ورنہ تمھارے سارے خاندان والوں کو گولی مار دی جائے گی، بہادری دکھاتے ہوئے انصاری نے انکار کر دیا تھا، نتیجے میں پہلے دن انگریزوں نے اس کے معصوم بچے کی لاش بھجوائی اور دوسرے دن اس کے دوسرے رشتے داروں کی لاش بھجوائی، گاندھی جی سب کو یاد رہ گئے ہے اور مٹک انصاری بھلا دیے گئے۔

ایک اپریل ۱۹۱۹ء کی تاریخ میں امرتسر جلیان والا باغ کا قتل عام آج تاریخ کا حصہ ہے اور اسکولوں میں پڑھایا بھی جاتا ہے، بچے بچے جانتے ہیں جس میں ۳۷۹؍ سرفروش بہادر مارے گئے تھے لیکن کیرل کے موپلا مسلمانوں کی قربانیاں ہم بھلا چکے ہیں۔

۲۶؍ اگست ۱۹۲۱ء میں جب موپلا مسلمانوں نے انقلاب کا نعرہ بلند کیا تھا انگریز فوج نے اندھا دھند گولیاں چلا کر ۴۵۴۴ مسلمانوں کو خاک اور خون میں تڑپنے پر مجبور کر دیا، موپلا مسلمانوں پر ظلم کا وہ حصہ بھی ہم بھلا چکے ہیں، جب بمشکل ۳۰؍ آدمی سمانے والے مال گاڑی کے بالکل چھوٹے سے ڈبے میں ۱۳۷؍ مسلمانوں کو بھر کر تین دن کے لیے ڈبہ بند کر دیا گیا تھا جس میں نہ کھڑکی تھی نہ ہوا پہنچنے کا کوئی راستہ، تین دن کے بعد جب ڈبہ کھولا گیا تھا گھٹ گھٹ کر ۶۵؍ آدمی مر چکے تھے، آج یہ واقعہ کسی کو یاد نہیں۔

۲۲؍ اکتوبر ۱۹۰۰ء میں پیدا ہو کر شہید گڑھ شاہجہاں پور کی عزت بڑھانے والا اشفاق اللہ خان جس نے محض ۲۲؍ سال کی عمر میں یہ کہتے ہوئے پھانسی کے پھندے کو گلے لگا لیا تھا۔

زندگی بعد فنا تجھ کو ملے گی حسرت
تیرا جینا تیرے مرنے کی بدولت ہوگا

اشفاق اللہ خان قدن خیل جلال گڑھ محلے میں پیدا ہوا تھا، محلے کے لوگ پھانسی کے منظر کو دیکھ کر رو پڑے تھے، اشفاق اللہ کے آخری الفاظ تھے: کیوں روتے ہو، میرے ہندوستانی بھائیو، جب آزادی کے متوالوں کا ذکر ہوگا تو کیا یہ تمھارے لیے فخر کی بات نہیں کہ جہاں اور بہادروں کا نام لیا جائے گا ان کے ساتھ میری بہادری کو بھی سلام کیا جائے گا، مگر آج جب کہ نفرتوں کے سوداگروں نے خانہ جنگی کا ماحول پیدا کر کے ایک کو دوسرے کے خون کا پیاسا بنا دیا ہے، ایسے میں اشفاق اللہ خان جیسے بہادر کی یادوں کے نقوش بھی دھیرے دھیرے مٹتے نظر آرہے ہیں۔

کس کو معلوم تھا کہ ۲۱؍ جولائی ۱۹۳۳ عیسوی میں ایسی تاریخ بھی ائے گی جس میں پیدا ہونے والا بچہ عبدالحمید جواں ہو کر اتر پردیش ضلع غازی پور کے ایک چھوٹے سے گاؤں دھرم پور کا نام پوری دنیا میں روشن کر دے گا۔

عبدالحمید کی کچی عمر تھی، یہی ۱۲؍ سال عمر رہی ہوگی، جان پہ کھیل کر تیز دریا میں ڈوبنے والی دو عورتوں کی جان بچائی تھی، دھرم پور میں کیا چھوٹے کیا بڑے، سب کے نزدیک وہ ناقابل تسخیر بن گئے تھے، محض ۲۱؍ سال کی عمر میں فوج میں شامل ہوئے اور جنگ کے محاذ پر اپنی دھاگ بٹھا دی، ۱۹۶۵ء کی بھارت پاک جنگ میں سات خوں خوار پاکستانی ٹینکوں کو اڑا کر جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا تھا،

باقی صفحہ 30 پر

اعتراف حقیقت

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی: بانی جامعۃ الزہراء للبنات ناظر پور، پران نگر، راساکھوا، اتر دیناج پور بنگال

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد عبدالغفور صاحب رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک ذی استعداد فقیہ اور باوقار عالم دین تھے۔ نہایت منکسر المزاج، خوش خلق، خوب رو، خوش مزاج اور صوم وصلوۃ کے پابند عظیم المرتبت شخص تھے۔ آپ مرکز عقیدت بریلی شریف میں ایک طویل عرصے تک حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں مرکزی دار الافتاء بی بی جی مسجد محلہ سوداگران بریلی شریف میں فتوی نویسی کی گراں قدر خدمات انجام دیتے رہے۔ ساتھ ہی مظہر اسلام بریلی شریف میں ایک ذی استعداد اور موقر استاد کی حیثیت سے درسگاہی ذمہ داری بھی سنبھالتے رہے۔

حقیر راقم الحروف نے خود حضرت کی زبانی سنا کہ بلاناغہ فتاوے لکھنے کے بعد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں پیش کیا کرتے اور پھر حضور مفتی اعظم ہند کی تصدیق کے بعد فتاوے جاری کیے جاتے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی صحبت کیمیا اثر نے موصوف کو کندن بنا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات ستودہ صفات میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی سیرت مبارکہ کی جھلکیاں نمودار ہوتی تھیں، مثلاً حق گوئی بے باکی، خودداری، تقوی وطہارت نیز خدمت خلق جیسے عظیم اوصاف آپ کی ذات میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔ حرص وطمع، دولت وثروت کی چاہت اور کبر ونخوت سے کوسوں دور تھے۔ آپ کی انکساری اور سادگی کا یہ عالم تھا کہ علم وفضل کے عظیم منصب پر فائز ہونے کے باوجود علاقے کے چھوٹے سے چھوٹے پروگرام میں بلا تفریق امیر وغریب پہنچ جایا کرتے تھے اور مذہب اسلام بالخصوص مسلک اعلیٰ حضرت کا پیغام حتی الامکان لوگوں تک پہنچانے کی بھرپور کوشش فرماتے۔ آپ لومۃ لائم کا خوف کیے بغیر حق بات مسلمانوں کے سامنے پیش فرمادیا کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالی نے آپ کی زبان میں بڑی تاثیر عطا فرمائی تھی کہ جس مجلس ومحفل میں آپ حکم شرع بیان فرماتے حاضرین وسامعین بلاچون وچرا سر تسلیم خم کر دیتے۔ رب تبارک وتعالی نے لوگوں کے مابین آپ کو عظیم مقبولیت سے نوازا تھا۔ آپ جاہ وحشمت اور عہدے کے کبھی خواہش مند نہ رہے۔

بریلی شریف سے جب آپ اپنے علاقے میں تشریف لائے تو علاقے کے علما اور عوام دونوں نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ علاقہ کی کوئی کانفرنس یا جلسہ آپ کی موجودگی کے بغیر ناقص سمجھا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ علاقہ چکلیہ، گوال پوکھر اور کرن دیگھی کے تقریباً تمام جلسے آپ ہی کی صدارت میں منعقد ہوا کرتے۔ اور صدارت کا یہ عالم ہوتا کہ ابتدائے اجلاس سے انتہائے اجلاس تک آپ شہ نشین [اسٹیج] پر موجود رہتے۔ آج اس خلا کا احساس مجھے اور علاقہ کے علمائے کرام کو شدت سے ہو رہا ہے۔

بریلی شریف کی مقدس سرزمین پر طویل مدت تک فقہ وافتا اور درس وتدریس کی گراں مایہ خدمات انجام دینے کے بعد جب آپ اپنے وطن مالوف شاہ پور تشریف لائے تو آپ نے آرام کا نہ سوچا بلکہ علاقہ کے متعدّد جامعہ اور دار العلوم میں بحیثیت صدر المدرسین خدمات انجام دیتے رہے۔ مثلاً دار العلوم اشرفیہ عزیز الاسلام ہربھنگہ اور الجامعۃ الحفیظیہ سراج العلوم راساکھوا میں مسلسل کئی سالوں تک علم وفن کے گوہر لٹاتے رہے اور ہزاروں تشنگان علوم وفنون آپ کی بارگاہ عالی جاہ سے سیراب ہوتے رہے۔ مسلسل

کئی سالوں تک صدارت کے ساتھ ساتھ سربراہی کی ذمہ داری بحسن وخوبی دار العلوم رضاے مصطفی شاہ پور بازار علاقہ گوال پوکھر میں انجام دیتے رہے۔ حد تو یہ ہے کہ تقریباً آج سے چار سال قبل آپ پر فالج کا سخت حملہ ہوا، ایک ہاتھ اور پیر نے کام کرنا چھوڑ دیا،اس حال میں بھی آپ نے تعلیم وتعلم کا سلسلہ منقطع نہ فرمایا۔ المختصر تا حین حیات درس گاہوں کو آباد کرتے رہے۔

آپ ایک بلند پایہ مفتی اور ذی استعداد استاد بلکہ استاد الاساتذہ ہونے کے ساتھ ساتھ قوم کی فلاح و بہبود، تعمیر وترقی اور اصلاح حال کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ چنانچہ علاقہ اتر دیناج پور کی معروف و مشہور تنظیم "سنی علما کونسل" کے قیام اور فروغ واستحکام میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ سخت بیمار ہونے کے باوجود کونسل کے ہر اجلاس میں دوسروں کا سہارا لے کر وقت پر تشریف لاتے اور اپنے مفید ودوررس مشوروں سے نوازتے۔ موصوف کے اوصاف حسنہ میں سے ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ بآں جاہ وجلال اور علم وفضل اپنے اصاغر علما کو خوب خوب نوازتے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک زمانے تک مرکزی دار الافتا بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں فتاوی نویسی کے باوجود اگر آپ کے پاس کوئی مسئلہ آتا تو آپ یہ نہ دیکھتے کہ عمر میں بڑا ہے یا چھوٹا بلا تامل علماے کرام سے تبادلۂ خیال کرتے، پھر مسئلے کا جواب تحریر فرماتے۔ زندگی کے آخری برسوں میں جب آپ لکھنے پڑھنے سے معذور ہوگئے اور قوم آپ کی طرف رجوع کرتی تو انہیں مایوس نہ کرتے، بلکہ نہایت ہی حسن اخلاق کے ساتھ انہیں علاقہ کے دوسرے علماے کرام کے پاس بھیج دیتے۔ میں نے کم وبیش اپنی ۱۵؍ سالہ صحبت میں کبھی بھی ان کو مایوس، متفکر اور زبان پر کسی کے بارے حرف شکایت لاتے نہ دیکھا۔ وہ ہمیشہ خوش رہتے اور اپنے سے ملنے جلنے والوں کو خوش رکھا کرتے۔ مال ودولت سے بے اعتنائی کا عالم یہ تھا کہ اتنے بڑے مفتی اور استاذ الاساتذہ ہونے کے باجود حیات کے آخری لمحات تک انہوں نے کوئی پختہ مکان نہ بنوایا، بلکہ اسلاف کے طریقے پر گام زن رہتے ہوئے پوری زندگی ایک کچے مکان میں گزار دی۔

علم وفن اور زہد وتقوی کا یہ آفتاب تابندہ افسوس صد افسوس ۳؍ دسمبر ۲۰۲۳ مطابق ۱۸؍ جمادی الاولی ۱۴۴۵ھ بروز یک شنبہ ہزاروں معتقدین ومحبین کو روتا بلکتا چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گوہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برادری کرے

صفحہ 45 کا بقیہ

تمغہ خلافت کی آپ نے مکمل حفاظت کی اسے فخر ومباہات اور روزی روٹی کا ذریعہ نہیں بنایا:

جس زمانے میں آپ اجازت وخلافت سے نوازے گئے تھے اس وقت علما کی قلت تھی، اتنی بھاری تعداد میں علما نہیں تھے، جتنی تعداد میں آج پائے جاتے ہیں۔ اور ہمارے سیمانچل میں آپ کے پائے کے چند ہی عالم تھے، پورا علاقہ خالی تھا، ایسے عالم میں کوئی اور ہوتا تو خلافت حضور مفتی اعظم کو سہارا بنا کر کیا سے کیا کر لیتا، مگر واہ رے مرد قلندر، آپ نے سادگی، عاجزی اور عزت کی روٹی کھانا تو پسند کیا مگر غریبوں سے پیری مریدی کے نام پر نذرانہ وصولنا اور ان سے محل بنانا پسند نہیں فرمایا۔

آپ کی پوری زندگی صبر وتحمل اور قناعت سے لبریز تھی۔ نہ حرص وطمع تھا نہ کبر ونخوت، نہ اظہار شان وشوکت تھا نہ حب دولت وثروت، بس سادگی، قناعت پزیری، پرہیزگاری اور زہد وورع تھا۔ جتنا سادہ، پاکیزہ اور دھلا ہوا لباس زیب تن فرماتے اس سے کہیں زیادہ آپ کا باطن صاف اور ستھرا تھا۔ ایسے باعمل عالم دین جنھیں دیکھ کر بزرگوں کی یاد آئے، جن کی دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں بلا مبالغہ آپ کی ذات پر سوفی صد صادق آتی تھی۔ آپ اپنے علاقے کی شان، جماعت اہل سنت کی پہچان اور ہم سب کے لیے باعث رحمت رحمن تھے۔ اللہ تعالی آپ کی بے حساب مغفرت فرمائے اور شمیم جنت کی راحتیں نصیب فرمائے۔

☆☆☆

خلیفہ مفتی اعظم ہند، استاذ العلما، علامہ مفتی عبدالغفور رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دبستان علم وفن کے گل خوش رنگ

مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی: استاذ فقہ وحدیث دارالعلوم غریب نواز، الہ آباد

اسم گرامی:

آپ کا اسم گرامی محمد عبدالغفور ہے، مذہباً حنفی ماتریدی، مسلکاً سنی اور مشرباً رضوی ہیں۔ تاج دار اہل سنت، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا علیہ الرحمہ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل ہے ،اسی مناسبت سے نوری بھی لکھتے ہیں۔ والد گرامی کا نام دَرف علی ہے، سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

محمد عبدالغفور بن درف علی بن اشرف علی بن حیلی منشی۔

ولادت وجائے ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۵ء کو ایک دین دار گھرانے میں ہوئی۔ جائے پیدائش یہ ہے:

دکھن شاہ پور ڈبکول، ڈاک خانہ: شاہ پور، تھانہ: گوال پوکھر، ضلع: اتر دیناج پور، بنگال۔

خاندانی پس منظر:

آپ کے آباو اجداد دین دار، پابند صوم وصلاۃ، حسین صورت، نیک سیرت اور اعلیٰ اخلاق و کردار کے حامل تھے۔ جد امجد عالی جناب اشرف علی مرحوم کاشت کار تھے ،اپنے علاقے میں ان کی ایک شناخت تھی، متمول او ربارعب تھے ،ابتدائی دینی تعلیم سے بھی آراستہ تھے۔ والد گرامی عالی جناب درف علی صاحب مرحوم بھی متوسط درجے کے کاشت کار تھے، مزاج میں سادگی و شرافت تھی، علم دوست تھے، علما اور دینی رہنماؤں سے انھیں سچی عقیدت تھی، یہی وجہ ہے کہ جس زمانے میں اتر دیناج پور کا یہ علاقہ دینی تعلیم سے خالی تھا، خال خال، کہیں کہیں ایک دو عالم پائے جاتے تھے، آپ نے اپنے خلف اصغر حضرت مفتی محمد عبدالغفور صاحب علیہ الرحمہ کو اعلیٰ تعلیم و تربیت سے آراستہ فرمایا۔

تعلیم:

آپ نے قرآن حکیم کا ناظرہ اور اردو کی ابتدائی تعلیم شاہ پور کے مکتب میں حاصل کی جو اس وقت دار العلوم رضائے مصطفیٰ شاہ پور بازار کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ فارسی کی ابتدائی اور منتہی تعلیم دارالعلوم جان رحمت چکنی میں حاصل فرمائی، یہاں فارسی زبان کے ماہرین سے گلستاں بوستاں، سکندر نامہ، زلیخا بہار دانش جیسی اہم کتابیں پڑھیں۔ اُس زمانے میں بہار و بنگال میں حضرت علامہ قاری محمد نصیر الدین علیہ الرحمہ پناسی کی درس گاہ بڑی معروف تھی، طلبہ کشاں کشاں وہاں پہنچ کر جام علم و عرفاں نوش کرتے ،اور قاری صاحب علیہ الرحمہ اُس وقت دار العلوم اسلامیہ عارفیہ، مشیر گنج، چپا منا میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے ،اسی لیے مفتی صاحب قبلہ دار العلوم جان رحمت سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد دار العلوم اسلامیہ عارفیہ تشریف لے گئے ،اور ابتدائی عربی سے شرح جامی تک کی تعلیم بڑی جاں کاہی وجاں فشانی کے ساتھ مکمل فرمائی۔ اس کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور جانے کا شوق ہوا مگر آپ کے کچھ رفقائے درس نے یہ رائے پیش کی کہ امام علم و فن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ کی بافیض درس گاہ سے بھی اکتساب فیض کرنا چاہیے، اس لیے حضرت کے فیضان علم سے مستفیض ہونے کے لیے جامعہ عربیہ سلطان پور تشریف لے گئے اور وہاں درجۂ خامسہ اور سادسہ کی تعلیم مکمل فرمائی۔ اس کے بعد تفسیر، احادیث اور فقہ کی منتہی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے مرکز اہل سنت بریلی شریف تشریف لے گئے، دار العلوم مظہر اسلام، مسجد بی بی جی میں داخلہ ہوا اور کامل دو سال رہ کر فضیلت تک کی تعلیم حاصل فرمائی۔

arifhusainqadrimisbahi@gmail.com

فراغت:

حضرت خلیفۂ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ۲۳/ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ ،شنبہ کے دن فقیر راقم الحروف سے بالمشافہہ ارشاد فرمایا کہ:

اُس زمانے میں بہت سارے طلبہ صدر العلما حضرت علامہ تحسین رضا علیہ الرحمہ کی بافیض درس گاہ سے مستفیض ہونے کے لیے دار العلوم مظہر اسلام میں داخلہ لیتے اور پھر فراغت کے سال دار العلوم منظر اسلام چلے جاتے ۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ اس طریقے کو ناپسند سمجھتے تھے ،ان کا مطمح نظر یہ تھا کہ جس بارگاہ سے پورا علم حاصل کیا جائے ،دستار وسند بھی وہیں حاصل کرنا چاہیے ،ہاں دار العلوم منظر اسلام سے دستار و سند حاصل کرنے کی خواہش ہو تو فراغت کے بعد ایک سال وہاں بھی تعلیم حاصل کر لے ۔ چناں چہ آپ کے کچھ رفقاے درس نے بھی وہی کیا جو پہلے کے طلبہ کرتے تھے ،مگر آپ فضیلت کے سال بھی دار العلوم مظہر اسلام میں ہی رہے اور ۱۹۷۲ء میں اسی دارے سے فارغ التحصیل ہوئے۔

اساتذہ کرام:

تاج دار اہل سنت ، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ۔

آپ کو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے صحیح بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔

صدر العلما حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا علیہ الرحمہ: دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں حضرت سے جامع ترمذی کا درس لیا۔

حضرت علامہ الحاج مبین الدین امروہی علیہ الرحمہ ۔ان سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم پڑھے۔

حضرت علامہ مفتی محمد اعظم صاحب علیہ الرحمہ ۔ان سے طحاوی شریف پڑھنے کا موقع ملا۔

امام علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ اور حضرت علامہ محمد معین الدین صاحب قبلہ سے جامعہ عربیہ سلطان پور میں اکتساب فیض کیا، امام علم و فن سے خصوصی طور پر منطق،فلسفہ اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ حضرت علامہ قاری محمد نصیر الدین علیہ الرحمہ ،پناسی ۔ ان سے دار العلوم اسلامیہ عارفیہ میں تعلیم حاصل کی۔

حضرت منشی قمر الہدیٰ ،تاراباڑی ۔ان سے گلستاں بوستاں، سکندر نامہ، زلیخا بہار دانش جیسی اہم کتابیں پڑھیں۔ حضرت مولوی زین العابدین کشن گنجوی۔ یہ ناظرہ اور ابتدائی اردو کے استاذ تھے۔

تعلیمی اسناد:

عالمیت وفضیلت: از دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی ،بریلی شریف

منشی وکامل: از الہ آباد بورڈ۔

عالم وفاضل: از الہ آباد بورڈ۔

ادیب ماہر،ادیب کامل: از جامعہ اردو علی گڑھ۔

گریجویشن: از روہیل کھنڈ یونی ورسیٹی ۔یہاں سے میٹریکولیشن اور ہائر سکنڈری کی بھی تعلیم حاصل کی۔

تدریسی خدمات:

آپ نے جن اداروں میں متلاشیان علم کی تشنگی بجھائی ہے ،ان کی قدرے تفصیل یہ ہے:

دار العلوم مظہر اسلام، مسجد بی بی جی، بریلی شریف۔

مدت تدریس: ۱۹۷۲ء/۱۳۹۲ھ تا ۱۹۹۵ء/۱۴۱۶ھ

فراغت کے بعد ہی استاذ کی حیثیت سے منتخب ہوئے ، اور درس نظامی کی چھوٹی بڑی کتابیں بڑی شان وشوکت اور محنت وجاں فشانی کے ساتھ پڑھاتے رہے ۔ جیسا کہ ماسبق میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ یہ ادارہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا مادر علمی بھی ہے، فراغت کے بعد ہی اپنے مادر علمی میں استاذ منتخب ہوجانا یہ آپ کی اعلیٰ لیاقت وصلاحیت اور اچھے اخلاق وکردار کی روشن دلیل ہے، جن عبقری شخصیات کی ایک جھلک پانے کے لیے عوام وخواص ترستے تھے، حضرت نے نہ صرف ان سے اکتساب فیض کیا ہے بلکہ ان کی صحبت میں رہ کر تدریس کی خدمات بھی انجام دی ہیں۔

دار العلوم رضائے مصطفیٰ، شاہ پور بازار۔

مدت تدریس: ۱۹۹۶ء/۱۴۱۷ھ تا ۱۹۹۸ء/۱۴۱۹ھ

یہ ادارہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کے آبائی گاؤں سے تقریبًا ایک کیلو میٹر کی مسافت پر واقع ہے، محل وقوع بہت اچھا ہے، مرکز اہل سنت بریلی شریف کی عظیم روحانی وعلمی شخصیت تاج دار اہل سنت، مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات کی طرف منسوب ہے۔ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی دعوت پر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی ایک بار اس ادارے میں تشریف آوری بھی ہوئی ہے۔ خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند اس ادارے میں کامل تین سال تک تدریس کے فرائض انجام دیے اور تعلیم و تربیت کے میدان میں ادارے کو عروج وارتقا کی منزل کی طرف جادہ پیما فرمایا۔ ۲۰۱۲ء میں ادارے کے فلاح وصلاح کے پیش نظر ارکان ادارہ کی خواہش پر دوبارہ تشریف لے گئے اور ۲۰۱۶ء تک یعنی کامل پانچ سال تدریس کے فرائض انجام دیے۔ ۲۰۱۷ء میں کسی وجہ سے اپنے گھر ہی پر قیام کیا اور اس درمیان گاؤں اور اطراف کے متلاشیان علم کو ضروری دینی وعصری تعلیمات سے آراستہ فرمایا۔

دارالعلوم اشرفیہ عزیز الاسلام، ہربھنگہ۔

مدت تدریس: ۱۹۹۹ء/۱۴۲۰ھ تا ۲۰۰۶ء/۱۴۲۷ھ

۱۹۹۸ء میں دار العلوم رضائے مصطفیٰ، شاہ پور سے مستعفی ہوکر گھر پر ہی قیام کا ارادہ تھا، مگر بارمن کے حضرت مولانا محمد ایوب عالم صاحب اشرفی کے پیہم تقاضے اور اصرار پر ۱۹۹۹ء میں دار العلوم اشرفیہ عزیز الاسلام تشریف لے گئے۔ آپ کی وجہ سے یہ ادارہ اپنے علاقے کا ایک مرکزی ادارہ بن چکا تھا۔ کامل سات سال تک کثیر تشنگان علوم و فنون کو سیراب کیا۔ صدر المدرسین کے منصب جلیل پر فائز تھے، کبھی کبھی حسب ضرورت فتویٰ نویسی کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

جامعہ حفیظیہ سراج العلوم، راسا کھوا بازار۔

مدت تدریس: ۲۰۰۷ء تا ۲۰۱۱ء

یہ اتر دیناج پور کی سرزمین پر اہل سنت وجماعت کا ایک عظیم و قدیم ادارہ ہے، یہاں کا رنگ و روغن اور باغ و بہار فقیہ عصر استاذ گرامی وقار حضرت مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی صاحب قبلہ دامت برکاتہ کا مرہون منت ہے، صاحب تذکرہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ ۲۰۰۷ء ماہ شوال میں ادارے کے سکریٹری محمد کبیر الدین کی خواہش وگزارش پر تشریف لے گئے اور ۲۰۱۱ء تک درجۂ عالمیت تک کی منتہی کتابیں پڑھائے، شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔ ۲۰۱۸ء میں ادارے کے ارکان و ذمہ داران کی خواہش پر دوبارہ تشریف لے گئے اور ۲۰۱۹ء تک تدریس کے فرائض انجام دیے۔ اس مدت تدریس میں ہفتے میں دو دن مدرسہ شمس العلوم للبنات، صالحان ناظر پور اور ہفتے میں چار دن جامعہ حفیظیہ سراج العلوم میں پڑھاتے تھے۔ ۲۱/ جولائی ۲۰۲۰ء بروز منگل آپ پر فالج کا شدید حملہ ہوا، کثیر علاج کے بعد قدرے صحت یاب ہوئے، پھر آپ اپنے گھر ہی پر قیام کرنے لگے اور گرد و نواح کی مجالس ومحافل اور دینی جلسوں میں شرکت فرماتے، عوام وخواص اپنے مسائل لے کر حاضر ہوتے اور آپ سے اکتساب فیض کرتے۔

فتویٰ نویسی:

دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے زمانۂ تدریس میں رضوی دار الافتاء محلہ سوداگران میں کامل ۲۳/ سال تک فتویٰ نویسی کے فرائض بھی انجام دیے۔ روزانہ دو گھنٹے فتویٰ نویسی کرتے پھر طلبہ کو درس دیتے۔ آپ کے فتاوے دلائل و براہین سے مزین ہوتے تھے، مخالفین کے کامل رد و ابطال کے لیے کبھی کبھی الزامی اور عقلی دلائل بھی پیش فرماتے، آپ کے فتاوے پر عموماً مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اور دیگر اکابر مفتیان کرام کی تصدیقات ہوتیں۔ مظہر اسلام بریلی شریف کے علاوہ جن جن اداروں میں آپ نے خدمات انجام دی ہیں، ان اداروں میں جزوی طور پر فتویٰ نویسی کا کام بھی کیا ہے۔ آپ کے قلم فیض رقم سے صادر ہونے والے فتاوے محفوظ نہ ہو سکے ورنہ ضخیم جلد تیار ہوتی اور قوم وملت کو عظیم علمی سرمایہ دستیاب ہوتا۔

نس بندی کے فتویٰ پر تائیدی دستخط:

ہندوستان کی سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی کے دور اقتدار میں ایمرجنسی کے موقع پر نس بندی کرانا قانونی طور پر ضروری قرار دیا گیا تھا، یہاں کے مسلمان قلق واضطراب میں تھے اور یہ جاننا چاہ رہے تھے کہ اس بارے میں شریعت طاہرہ کا کیا حکم ہے، دیابنہ

وہابیہ کی طرف سے جواز کا حکم دیا گیا تھا، جب کہ تاج دار اہل سنت، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ نے کثیر قاہر و باہر دلائل کی روشنی میں یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ **نس بندی بہ چند وجوہ حرام اور اشد حرام ہے**۔ اس تاریخی فتوے پر رضوی دار الافتاء کے مفتیان کرام کی تائید و توثیق شامل تھی، ان خوش نصیب علما و فقہا میں ایک نام حضرت مفتی عبد الغفور صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔ مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے حکم بدلنے کے لیے کہا گیا، مگر آپ شریعت طاہرہ پر جبل استقامت کے طرح قائم رہے، بریلی تھانہ کی طرف سے رضوی دار الافتا کے مفتیان کرام کو نوٹس بھیجی گئی تھی، سارے مفتیان کرام مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے بڑے داماد حضرت ساجد میاں صاحب قبلہ کی قیادت میں ڈی ایم آفس گئے، ماتا پرساد نام کے ڈی ایم کے سارے سوالات کے تشفی بخش جوابات دیے، واپسی کے وقت ڈی ایم نے حضرت ساجد میاں سے خطاب کر کے کہا تھا کہ آپ کا سریر دربل ہے لیکن آتما بہت اسٹورنگ ہے۔ یعنی جسمانی طور پر تو نقاہت ہے مگر روحانیت بڑی مضبوط ہے۔ والفضل ما شهدت به الاعداء.

فیاضی اور بذلہ سنجی:

انسان کو مال سے نہیں بلکہ دل سے امیر اور تونگر ہونا چاہیے کیوں کہ دل کی تونگری سے آخرت بہتر ہوتی ہے۔ سچ فرمایا ہے شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے۔ بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال۔ تونگری بہ دل است نہ بمال۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا شمار گو کہ اہل ثروت لوگوں میں نہیں تھا، تاہم اللہ رب العزت نے انھیں دل کا غنی بنایا تھا، مال کی قلت کے باوجود یہ دیکھا گیا کہ ہر موڑ پر دینی امور میں آپ پیش پیش رہتے۔ مدرسہ یا مسجد سے متعلق کوئی کام ہو تو آپ خصوصی طور پر اپنا تعاون پیش کرتے ہیں۔ ایسے واقعات سے آپ کی کتاب زندگی بھری پڑی ہیں، تاہم دو مستند واقعات ملاحظہ فرمائیں:

۱۹۷۴ء میں دار العلوم رضائے مصطفیٰ شاہ پور بازار میں ایک عظیم الشان دینی اجلاس منعقد ہوا تھا، جس میں خصوصی خطیب اور روحانی شخصیت کے طور پر تاج دار اہل سنت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی شرکت ہوئی تھی، شاہ پور اور اس کے اطراف واکناف کے لوگوں کو مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے قدم میمنت لزوم سے سرفراز کرنے میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی بڑی جاں فشانی شامل تھی، بلکہ آپ ہی کی گزارش پر مفتی اعظم ہند یہاں تشریف لائے تھے، جلسہ سے کچھ دن پہلے ادارے کے عروج وارتقا کے لیے مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے یہ تجویز پیش فرمائی کہ ہم سارے اساتذہ ادارے کو اپنے ایک ماہ کی تنخواہ بطور چندہ دیں گے اور جلسے میں اس کا اعلان ہوگا، تاکہ یہ دوسرے معاونین کے لیے ترغیب کا سامان بنے، چناں چہ آپ نے سب سے پہلے ایک ماہ کی تنخواہ پیش فرمائی پھر دیکھتے دیکھتے معاونین کا ایک سیل رواں امنڈ پڑا اور اس طرح آپ اپنے مقصد جلیل میں کامیاب و کامراں ہوئے۔

۲۰۱۹ء میں دار العلوم غریب نواز، شیشہ باڑی ہاٹ میں دستار بندی کا جلسہ تھا، خطیب کی حیثیت سے فقیہ عصر حضرت مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی دام ظلہ، حضرت مولانا ایوب عالم صاحب اشرفی کے ساتھ ساتھ یہ فقیر راقم الحروف بھی مدعو تھا، صاحب تذکرہ حضرت مفتی عبد الغفور صاحب علیہ الرحمہ کی صدارت تھی۔ علالت کی وجہ سے حضرت کی شرکت نہیں ہو پائی تھی، کچھ دنوں کے بعد اسی ادارے کے شعبۂ حفظ کے استاذ جناب حافظ عبد القیوم صاحب ادارے کی جانب سے کچھ نذرانہ لے کر حاضر ہوئے، آپ نے نصف رقم یہ کہہ کر واپس فرمادی کہ اگر شرکت ہوتی تو ادارے کو ضرور چندہ دیتا اور اب جب آپ تشریف لائے ہیں تو یہ میری طرف سے قبول کر لیں۔

علما کی حوصلہ افزائی:

آپ کی ذات ستودہ صفات میں ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ آپ کا مرکز نگاہ قائل کی بجائے قول ہوتا تھا، بات اگر حق وصداقت پر مبنی ہوتی تو قائل کسے باشد شرح صدر کے ساتھ قبول کرتے، بس شرط یہ تھی کہ بات عاشق رسول کی ہو اور اگر بات میزان صداقت پر کھری نہیں اترتی تو یک لخت انکار کر دیتے۔ گویا آپ انظر الی ما قال و لا تنظر الی من قال کے عکس جمیل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جس طرح سے۔۔۔۔۔۔ باقی صفحہ باقی صفحہ 50 پر

ذکر جمیل

حضرت مفتی عبدالغفور رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحیثیت ممتحن

مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی: استاذ فقہ وحدیث دارالعلوم غریب نواز الہ آباد

"مُمتَحِن،، یہ عربی زبان کا کلمہ ہے جو امتحان سے مشتق و ماخوذ ہے، اس کے معنیٰ ہیں: امتحان لینے والا، جانچنے والا، پرکھنے والا، آزمانے والا، محاسب، آڈیٹر۔ جس کا امتحان لیا جائے، آزمایا جائے اسے مُمتَحَن کہا جاتا ہے، صیغۂ مفعول کے ساتھ اس کلمہ کا استعمال حدیث شریف میں بھی ہوا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: إنْ كَانَ أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ مُمْتَحَنَ الْقَلْبِ لَقَدْ كَانَ مَذْعُورٌ لَمُمْتَحَنَ الْقَلْبِ. [مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۱۳، ص: ۵۸۷، حدیث: ۳۶۶۶۹]

اس وصف کے فضل و شرف اور عزو وقار کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کا ذکر قرآن حکیم اور احادیث نبویہ میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ کیا گیا ہے۔ چناں چہ قرآن حکیم میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۳ [سورۂ حجرات، آیت: ۳]

ترجمہ: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس۔ وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو جب تمھارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے، پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو۔ [سورۂ ممتحنہ، آیت: ۱۰]

مقدم الذکر آیۂ کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے امتحان کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی ہے، جب کہ مؤخر الذکر آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو امتحان لینے کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں آیۂ کریمہ سے وصف ممتحن کا فضل و شرف ماہ نیم ماہ اور شمس و امس سے بھی زیادہ واضح طور پر آشکارہ ہو جاتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ ، لَيَبْعَثَنَّ اللهُ عَلَيكُمْ رَجُلاً مِنكُمْ قَدِ امْتَحَنَ اللهُ قَلْبَهُ لِلإِيمَانِ فَيَضْرِبُكُمْ , أَوْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ , فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ, قَالَ: لاَ فَقَالَ عُمَرُ: أَنَا هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ, قَالَ: لاَ, وَلٰكِنَّهُ خَاصِفُ النَّعْلِ, وَكَانَ أَعْطَى عَلِيًّا نَعْلَهُ يَخْصِفُهَا. [جامع ترمذی، ج: ۵، ص: ۶۳۴، حدیث: ۳۷۱۵]

اس کے علاوہ صحیح بخاری، صحیح ابن حبان، مسند بزار، مستدرک، شرح معانی الآثار، شعب الایمان، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہا کتب احادیث میں متعدد مقامات پر لفظ امتحان کا تذکرہ آیا ہے، کہیں اس کی نسبت اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کی طرف کی گئی ہے، کہیں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اس کا منسوب الیہ ہے اور کچھ مقامات پر اہل ایمان کو امتحان لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

دیار ہند کے عموماً تمام مدارس اسلامیہ میں طلبہ کی ذہنی توانائی، لیاقت و صلاحیت اور محنت و جاں فشانی کی جانچ پڑتال کے لیے سال میں دو بار امتحانات کرائے جاتے ہیں، ان میں سے پہلا امتحان شش ماہی جب کہ دوسرا سالانہ امتحان کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ کچھ مدارس میں سہ ماہی امتحان بھی کرایا جاتا ہے۔ اکثر مدارس میں شش ماہی امتحان تحریری ہوتا ہے، ہر درجہ کی تمام کتابوں کے الگ الگ امتحانی پرچے ہوتے ہیں، نظام الاوقات ہوتا ہے، منظم طریقے سے امتحانی امور انجام پاتے ہیں، پھر کاپیوں کی

جانچ پڑتال کے بعد حسب حالات نمبر دیے جاتے ہیں اور امتحان کا نتیجہ پیش کیا جاتا ہے، سالانہ امتحان میں عموماً تحریری امتحان کے ساتھ کچھ کتابوں کے تقریری امتحانات ہوتے ہیں، اس کے لیے ماہر وحاذق، ذی استعداد علما واساتذہ مدعو کیے جاتے ہیں، کچھ اداروں میں وہیں کے اساتذہ یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔

باہر سے مدعو ممتحن کا طرز امتحان کتنا صاف وشفاف ہوتا ہے وہ مدرسہ سے متعلق ہر کہہ و مہہ پر شمس وامس سے اظہر ہے، اسی وجہ سے کچھ اداروں کے ارباب حل وعقد نے اس طرز قدیم سے کنارہ کشی کرتے ہوئے اساتذۂ ادارہ ہی کو یہ ذمہ داری سونپنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ طلبہ کی صلاحیت ولیاقت کا صحیح خدو خال سامنے آسکے اور ایک صالح نظام تعلیم کا قیام ہو سکے۔ واضح رہے کہ ممتحن کی بے احتیاطی ایک ایسا روگ اور مرض ہے جس کی وجہ سے بے شمار طلبہ کی صلاحتیں زنگ آلود ہو جاتی ہیں، ان کے عزائم پست ہوجاتے ہیں، ارادوں میں ضعف آجاتا ہے اور ان کی خودی کا شیش محل چکنا چور ہوجاتا ہے، یہ تعلیمی عروج وارتقا میں وہ خطرناک حائل ہے جس کی وجہ سے علم وفضل کے متلاشیوں کا مستقبل تابناک ہونے کی بجائے سیاہ ہوجاتا ہے۔

ممتحن کی غیر دیانت داری ایک ایسا ناسور ہے جس کی وجہ سے تعلیمی نظام ناکارہ ہوجاتا ہے اور روز بروز انحطاط و پستی کی طرف لڑھکتا رہتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات تعلیم سے بے رغبتی ہو جاتی ہے، طلبہ محنت وجفاکشی سے جی چراتے ہیں اور اچھے نمبرات کی تحصیل کے لیے ممتحن کی چاپلوسی میں مصروف ہوجاتے ہیں جو کہ شرعًا واخلاقًا بہر صورت از حد معیوب ومخدوش ہے۔

اس لیے ایک کامل ممتحن کے لیے مختلف علوم وفنون میں مہارت، دینی وملی حمیت وغیرت، اخلاص وللٰہیت، حقوق العباد کی پاس داری، عدل وانصاف اور امانت داری و دیانت داری جیسے اوصاف سے متّصف ہونا ضروری ہے۔ ان اوصاف کو سامنے رکھ کر جب ہم خلیفۂ مفتی اعظم ہند، ولی صورت ولی سیرت حضرت علامہ مفتی محمد عبد الغفور نوری رضوی علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ پر ایک طائرانہ نگاہ بھی ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت آشکارہ ہو جاتی ہے کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نہ صرف ان اوصاف و کمالات سے متّصف تھے بلکہ وہ ان اوصاف کا عکس جمیل تھے۔ آپ بڑی دیانت داری اور عدل وانصاف کے تقاضوں سے لیس ہوکر معیاری امتحان لیتے، طلبہ کے ترتیبی نمبر کا خیال نہیں کرتے بلکہ ان کی علمی لیاقت وصلاحیت پیش نظر ہوتی۔

جن دنوں خلیفۂ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ دار العلوم عزیز الاسلام، ہر بھنگہ میں اپنے علمی فیضان وانوار سے جویان علم وفضل کو مستفیض ومستنیر کر رہے تھے ان دنوں جامعہ حفیظیہ سراج العلوم، راساکھوا بازار میں فقیہ عصر استاذ گرامی وقار حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی دام ظلہ العالی کی تدریس وتفہیم کا طوطی بول رہا تھا، دونوں بزرگوں میں از حد مودت و محبت اور ہر ایک کے دل میں دوسرے کے تئیں بے پناہ عقیدت تھی، احترام تھا، اس وجہ سے اور اپنے گوناگوں اوصاف وکمالات کی وجہ سے خلیفۂ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کئی سالوں تک جامعہ حفیظیہ سراج العلوم کے سالانہ تقریری امتحان میں بحیثیت ممتحن مدعو ہوتے رہے۔ درجۂ رابعہ تک فقیر راقم الحروف کا تعلیمی سفر چوں کہ جامعہ حفیظیہ سراج العلوم ہی میں مکمل ہوا اس لیے خلیفۂ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ فارسی کے درجہ دوم سے لے کر عربی کے درجۂ رابعہ تک کثیر کتابوں کے ممتحن رہے، ان کا طرز امتحان بہت ہی انوکھا اور صاف وشفاف تھا، کبھی کبھی اخیر مرحلے میں بہت ہی پر پیچ اور مشکل سوال کرتے اور اس کا نمبر بھی بتادیتے، فرماتے جو اس سوال کا جواب دے گا وہ اتنے نمبر کا مستحق ہوگا، چناں چہ اس طرح کے متعدّد معاملے فقیر کے ساتھ بھی پیش آئے اور صحیح جواب دے کر اچھے نمبرات بٹورے گئے، مجھے اس وقت ایک واقعہ یاد آرہا ہے، واقعہ یہ ہے کہ خلیفۂ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے پاس درس قرآن کا تقریری امتحان تھا، فرمایا عارف اگر تم ایک سوال کا جواب دے دو تو تمہیں ۹۹/نمبر دوں گا، سوال تھا کہ آیۂ کریمہ عَلِمَ اَنۡ سَیَکُوۡنُ مِنۡکُمۡ مَّرۡضٰی میں اَن ناصبہ ہونے کے باوجود سَیَکُوۡنُ منصوب کیوں نہیں ہے؟ فقیر نے عرض کیا کہ نحوی قاعدہ یہ ہے کہ جو اَن علم کے بعد آتا ہے توچوں کہ وہ اَنَّ مثقلہ کا مخفف ہوتا ہے اس لیے فعل مضارع کو نصب نہیں دیتا ہے۔ جواب سننے کے بعد حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے اور وعدہ کے مطابق ننانوے نمبر عطا فرمائے۔

مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے سوالات ہر نوعیت کے ہوتے تھے، کچھ بہت مشکل، کچھ متوسط اور کچھ بہت آسان۔ حدیث کی

کتابوں کے امتحان میں ترجمہ، مسائل کا استخراج، متعلقہ مسئلہ کے بارے میں ائمہ وفقہا کے مذاہب، دیگر ائمہ کے موقف کے دلائل ،ان دلائل کے جوابات ، مذہب حنفی کی مخالف احادیث کی چھان بین، متعارض احادیث میں تطبیق و توفیق سے متعلق سوالات کرتے تھے۔ فقہی کتابوں کے امتحان کا طریقہ یہ رہتا تھا کہ عبارت خوانی کراتے، مختصر اور واضح تشریح کا حکم دیتے، مذاہب، دلائل، جوابات، ترجیحات اور مفتیٰ بہ قول کی تعیین سے متعلق بھی سوالات کرتے تھے، نحو اور عربی ادب کی کتابوں کے امتحان میں تعریف و تنکیر، اعراب و بنا، تذکیر و تانیث ،افراد و ترکیب ،وصف واضافت ،وجوہ اعراب،اصناف اعراب وغیرہ کی معرفت سے متعلق سوالات ہوتے تھے ،نظائر وامثال میں قواعد نحویہ کے اجرا کی صلاحیت و لیاقت کی بھی چھان بین فرماتے تھے۔

گوال پوکھر، کرندیگھی اور چکلیہ میں پائے جانے والے اہل سنت و جماعت کے معیاری اداروں میں خصوصیت کے ساتھ ممتحن کی حیثیت سے مدعو ہوتے اور بڑی عرق ریزی، جاں فشانی اور کامل دیانت داری کے ساتھ امتحان لیتے ، جن اداروں کے آپ کے خصوصی ممتحن رہے ہیں ان میں جامعۃ الزہراء للبنات، ناظر پور پران نگر راساکھوا بازار ، جامعہ حفیظیہ سراج العلوم راساکھوا بازار، دار العلوم عزیز الاسلام ہر بھنگہ ،جامعہ نوریہ گلشن زہراء، شبرام پور اور دار العلوم رضائے مصطفیٰ شاہ پور بازار کے نام سرفہرست ہیں۔

☆☆☆

صفحہ 21 کا بقیہ

۱۰/ دسمبر ۱۹۶۵ء میں پاکستان کے خلاف لڑتے ہوئے اپنے وطن ہندوستان پر جان لٹادی۔ ۱۹۶۵ء میں جب کہ بھارت پاکستان کی جنگ جاری تھی، پردھان منتری لال بہادر شاشتری کی آواز پر بھارت کی تاریخ کا سب سے بڑا چندہ ایک مسلمان ہی نے دیا تھا اور وہ تھے نظام حیدر آباد میر عثمان علی، جس نے پانچ ہزار کیلو سونا وطن عزیز بھارت پر لٹا کر دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔

آزادی کے بعد مسلمانوں نے کسی بھی میدان میں اپنے ملک ہندوستان کو مایوس نہیں کیا، جب بھی جیسی ضرورت پڑی اس کے لیے ہمیشہ تیار رہے ،چاہے سرحدوں کی حفاظت کے لیے جوانوں کی ضرورت ہو یا سائنسی میدان میں انجنیئر، ڈاکٹر یا سائنٹس کی ضرورت ہو، جیسی بھی ضرورت ہو ہم مسلمان ہمیشہ ملک کے لیے کھڑے رہے ،آج بھی کھڑے ہیں اور ہمیشہ کھڑے رہیں گے ،ان شاءاللہ تعالی، اب جب کہ ۲۰۲۴ء کا سال سامنے ہے، ۲۶/ جنوری کی تاریخ سامنے ہے جو یوم جمہوریہ کے نام سے مشہور ہے، ہر ہندوستانی جنگ آزادی کے بعد ۷۷/ واں یوم جمہوریہ منانے کے لیے تیاری میں مصروف ہے، ہر ہندوستانی سے میری مخلصانہ گزارش ہے کہ ہر کوئی اپنا محاسبہ کرے، کیا واقعی آج ہم آزاد ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ چند غیر ملکی ظالم افراد کے خونی پنجوں سے نکل کر اپنے ہی ملک کی کچھ دوسری ظالم پارٹیوں کے خونخوار پنجوں میں ہماری گردنیں پھنس گئی ہیں، ہر ہندوستانی کو محاسبہ کرنا چاہیے، ۲۶/ جنوری کی تاریخ یوم جمہوریہ کیوں کہلاتی ہے، آئیے ذرا اس پر روشنی ڈال لی جائے۔

جب انگریز نے ہندوستان چھوڑ کر جانے کا فیصلہ کر لیا تو ہمارے ملک کو ایک ایسے دستور کی ضرورت تھی جو خود یہاں کے رہنے والوں نے بنائی ہو، اس کام کے لیے ایک دستور ساز مجلس ترتیب دی گئی، اس مجلس کے اہم افراد یہ تھے ڈاکٹر راجندر پرشاد، ڈاکٹر امبیڈکر، پنڈت نہرو، سردار ولبھ بھائی پٹیل، مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر سروجنی نائڈو، وجے لکشمی پنڈت ،ڈاکٹر راجیندر پرشاد دستور ساز مجلس کے صدر منتخب ہوئے، اس مجلس کی پہلی نشست ۹/ دسمبر ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوئی، دستور کی ترتیب، ترمیم اور دفعات کے اضافے میں شروع سے آخر تک بابا صاحب امبیڈکر نے بہت اہم رول ادا کیا تھا، اسی لیے ان کو دستور ہند کا معمار کہا جاتا ہے، دستور ساز مجلس کی کاروائی تقریبا تین سال تک چلی، دستور مکمل ہونے کے بعد بالاخر ۲۶/ نومبر ۱۹۴۹ء کو مجلس نے اسے منظوری دے دی، ہندوستان کی مکمل آزادی کا مطالبہ چوں کہ ۲۶/ جنوری ۱۹۳۰ء میں کیا گیا تھا، اس لیے اسی دن کی یاد میں ۲۶/ جنوری ۱۹۵۰ء کو دستور ہند کا نفاذ عمل میں لایا گیا، یہ ہے ۲۶/ جنوری یعنی یوم جمہوریہ کی حقیقت۔

☆☆☆

فروغ علم

حضرت مفتی عبدالغفور رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بے مثال مدرس

مفتی محمد زبیر حسین مجیدی رضوی: مرشد آباد بنگال

صوبہ مغربی بنگال ضلع اتر دیناج پور کے مایہ ناز عالم دین، خلیفۂ مفتی اعظم ہند، استاذ العلما، حضرت علامہ مفتی عبدالغفور رضوی نوری علیہ الرحمہ علیہ الرحمۃ کئی دن پہلے دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔

حضرت بریلی شریف میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد شہزادۂ اعلیٰ حضرت، ہم شبیہ غوث اعظم، تاج دار اہل سنت، مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مفتی مصطفےٰ رضاخاں علیہ الرحمہ کے قائم کردہ دارالعلوم مظہر اسلام میں عرصۂ دراز تک درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے اور اسی مدرسہ کے رضوی دارالافتا میں فتویٰ نویسی کی خدمت بھی ذمے داری سے انجام دیتے رہے۔

حضرت کے سینکڑوں تلامذہ ہندوستان اور دیگر ممالک میں سنیت کا کام انجام دے رہے ہیں۔ حضرت کی تدریسی مہارت کا یہ عالم تھا کہ طلبہ کو درس میں کتابوں کے ساتھ حاشیہ کو بھی سمجھا دیتے تھے۔ آپ دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم کے بھی ماہر تھے، خصوصاً انگریزی میں کامل مہارت حاصل تھی۔ آپ جامع معقول و منقول استاذ تھے۔ حضور میرے شیخ و استاذ تھے، میں نے ان سے اکتساب فیض کیا اور متعدّد کتب کا درس لیا۔

آپ جامع کمالات تھے، آپ اپنے اقوال وافعال، کردار و عمل، زہد و تقویٰ، طہارت و پاکیزگی، پرہیزگاری اور اتباع سنت نبوی میں اپنے مرشد برحق، تاج دار اہل سنت سرکار مفتی اعظم رضی اللہ عنہ کے سچے خلیفہ تھے، اس فقیر نے حضرت کے پاس دارالعلوم مظہر اسلام میں تقریباً چار سال تک زانوے تلمذ تہ کیا ہے، دینی بھی دنیاوی بھی، حضرت کو میں بہت قریب سے دیکھا، کبھی بھی آپ کے چہرۂ مبارکہ پر غضب و جلال اور حزن و ملال نہیں محسوس کیا۔ ہمیشہ صابر و شاکر نظر آئے، آپ صبر و تحمل کے کوہ گراں تھے، عاجزی وانکساری اور تواضع و نرمی آپ کی خاص عادت کریمہ تھی، غرور و تکبر اور بغض و کینہ سے آپ کا سینہ پاک تھا، اخلاص وللّٰہیت سے آپ معمور تھے۔ چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب ہر ایک سے گفتگو فرماتے تھے۔ حضرت کو کبھی بھی خلاف شرع کوئی کام کرتے نہیں دیکھا گیا، آپ شریعت کا ہمیشہ پاس ولحاظ رکھتے تھے، بالخصوص مسلک اعلیٰ حضرت کے بے حد پابند تھے، آپ کی زندگی کی سب سے بڑی کرامت دین حق پر استقامت اور تصلب فی الدین تھی، آپ اپنے تلامذہ کو ہمیشہ اخلاص اور حسن عمل کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ کم گوئی کم، خوری، میانہ روی آپ کی عادت مبارکہ تھی، تحمل و بردباری، صبر و رضا، درگزر کرنا آپ کی خاص عادت کریمہ تھی۔

اخفاے حسنات کی ہمیشہ کوشش کرتے تھے، آپ غیبت کرنے اور سننے سے اجتناب کرتے تھے، آپ صالحین و مساکین سے بے حد محبت رکھتے تھے، آپ نیک کام للّٰہیت کے ساتھ کرتے تھے، آپ بڑوں کی توقیر اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے تھے۔ آپ کسی کو خلاف شرع کام کرتے دیکھتے تو ناراضگی ور ناگواری کا اظہار فرماتے تھے۔ آپ کے سانحۂ ارتحال سے دنیاے سنیت بالخصوص مغربی بنگال میں ایک عظیم خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اتر دیناج پور نے ایک عظیم علمی شخصیت کو کھو دیا، اور مفتی اعظم ہند کا ایک پروردہ اس جہان رنگ وبو سے رخصت ہو گیا۔

میں اپنے استاذ گرامی کے جملہ اہل خانہ محبین، متوسلین، تلامذہ کو تعزیت پیش کرتا ہوں اور مولا تعالیٰ کے بارگاہ میں دعاگو ہوں کہ اپنے حبیب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل آپ فیضان کا ہم سب پر ہمیشہ جاری وساری رہے۔ اللہ جل شانہ آپ کے درجات بلند فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین.

مولانا اشتیاق احمد مصباحی: صدر المدرسین جامعۃ الزہر اللبنات ناظر پور راساکھوا، اتر دیناج پور

استاذالاساتذہ، فقیہ عصر، حضرت مفتی محمد عبد الغفور صاحب علیہ الرحمہ مفتی اعظم ہند کے خلیفہ اور تلمیذ ارشد ہیں، تقریبًا ۲۳/سال تک دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی اور رضوی افریقی دار الافتاء بریلی شریف میں تدریس اور فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیے۔ ایک عرصۂ دراز تک اپنے علاقے کے عوام وخواص اور جویان علم وفضل اور طالبان شریعت کو شرع مطہر کے احکام و مسائل سے روشناس فرماتے رہے۔ فقیر راقم الحروف کو حضرت کی بافیض صحبت سے مستفیض ہونے کا خوب موقع ملا، ابھی کچھ روز قبل مجھے اطلاع ملی کہ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کے ارباب حل و عقد مفتی صاحب علیہ الرحمہ پر خصوصی گوشہ شائع کر رہے ہیں اس لیے ارادہ ہوا کہ حضرت کے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے کچھ سطریں رقم کردی جائیں۔ ذیل کے سطور میں بڑے اختصار کے ساتھ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ کے چند گوشے پیش کیے جارہے ہیں۔

تواضع وانکساری:

گوالگاؤں سے اتر جانب تقریبًا دو کیلو میٹر کے فاصلے پر ایک معروف قریہ بھگوان پور کے نام سے آباد ہے، یہاں کے باشندگان سنی صحیح العقیدہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کے پیرو کار ہیں، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے شیدائی اور عاشق ہیں، یہاں کی اکثر دینی محافل و مجالس میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی خصوصی شرکت ہوتی تھی، یہاں کے متمول، صاحب دل اور صاحب ثروت عالی جناب ڈیلر امین الدین مرحوم کے دولت کدے پر ان کے صاحب زادگان کی طرف سے رمضان المبارک کے اخیر عشرے میں اعلیٰ پیمانے پر روزہ داروں کے لیے افطار کا اہتمام کیا گیا تھا، جس میں عوام اہل سنت کے ساتھ ساتھ کثیر اہالیان علم وفضل بھی مدعو تھے، خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ میر مجلس تھے، مختصر پروگرام کے بعد روزہ کشائی کا اہتمام ہوا، صاحب خانہ نے علما کے لیے الگ شان دار جگہ کا انتخاب کیا تھا، مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے منتخب جگہ تشریف لے جانے کی گزارش کی گئی، مگر پیہم اصرار کے باوجود آپ وہاں تشریف نہیں لے گئے اور دل جوئی کے لیے اپنے برادران اہل سنت کی صف میں بیٹھ کر افطار کیا۔

سبحان اللہ یہ ہوتی ہے ایک خاشع اور صاحب تقویٰ عالم دین کی شان۔ آج جب کہ اکثر لوگ اسیر نفس ہو چکے ہیں اور نمایاں مقام کے متلاشی ہوتے ہیں، اس طرح کی عاجزی ایک عالم باعمل ہی سے متوقع ہے، بلاشبہ اس دور میں حضرت کی شخصیت کبریت احمر سے کم نہیں، اور یہ آپ کی عاجزی ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ ہر جگہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ مثل مشہور ہے من رفع نفسہ فوق قدرہ وضعہ الناس دون قدرہ و من وضع نفسہ دون قدرہ رفعہ الناس فوق قدرہ.

رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ:

حضرت خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی تیسری صاحب زادی کی شادی کا موقع تھا، شادی کے روز صبح ہی سے آسمان ابر آلود تھا اور بارش کا قوی امکان تھا، افراد خانہ کے ساتھ

ساتھ ہم لوگ بھی از حد متفکر تھے کہ کہیں خورد و نوش کے وقت بارش نہ ہوجائے اور مندوبین کی شایان شان ضیافت نہ ہوسکے ،مگر سبحان اللہ اس وقت بھی ہم لوگوں نے مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو از حد مطمئن پایا، حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے بادل چھٹنے کے لیے دعا کی گزارش کی گئی تو ارشاد فرمایا: "مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ"۔ میرا رب علیم و خبیر ہے،اس کی جو مرضی ہے اس پر میں بھی راضی ہوں۔

بذلہ سنجی :

مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے پاس مال و دولت کی بہتات و کثرت تو نہیں تھی تاہم دل کے بڑے غنی تھے اور حتی المقدور ہر طرح کے دینی امور میں شرکت فرماتے بلکہ پیش پیش رہتے اور کبھی کبھی ترغیب کے لیے سب سے پہلے اپنا تحفہ پیش فرماتے ،آپ کی کتاب زندگی فیاضی اور بذلہ سنجی کے واقعات سے بھری پڑی ہے ، جن کی جمع و تدوین سے ایک رسالہ تیار ہوسکتا ہے ۔ فقیر راقم الحروف کو یاد ہے کہ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کے ایک سال کی تکمیل پر رسالے سے متعلق دارالعلوم رضائے مصطفیٰ شاہ پور بازار میں خواص علما و فقہا کی ایک اہم نشست رکھی گئی تھی ،جس میں کثیر ارباب علم و دانش اور صاحبان قرطاس و قلم تشریف لائے تھے، سب کی رائے مثبت تھی ، اس موقع پر خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ساتھ ساتھ فقیہ بے بدل ، مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی دامت برکاتہ نے انتہائی مسرت و شادمانی کا اظہار فرمایا اور مستقبل کا لائحۂ عمل بھی واضح فرمایا اور رسالے کے ارباب حل و عقد کو خوب سراہا ۔ رسالے کو مزید فروغ و استحکام عطا کرنے اور اصاغر علما کی حوصلہ افزائی کے لیے مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اسی مجلس میں سب سے پہلے اپنا تعاون پیش فرمایا اور اس کا اثر یہ ہوا کہ دیکھتے دیکھتے اسی مجلس میں کئی ہزار روپے وصول ہوگئے۔

گوال پوکھر ،چکلیہ اور کرندیگھی کے اکثر جلسے آپ کی صدارت میں ہوتے تھے ، جلسوں میں شرکت فرماتے اور عموماً ہر جلسے میں اپنا تعاون بھی پیش فرماتے۔

مفتی اعظم کے شیدائی تھے :

خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ، مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے بڑے عاشق اور شیدائی تھے ،اور کیوں نہ ہو کہ لوگ تو بن دیکھے ان کے اسیر زلف ہیں اور مفتی صاحب نے تو چشم سر سے ان کے شب و روز اور لیل و نہار دیکھے ہیں ۔ فقیر راقم الحروف نے متعدد بار یہ مشاہدہ کیا ہے کہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ جب کسی عالم دین سے مفتی اعظم ہند کا تذکار جمیل سنتے یا کبھی از خود بیان فرماتے تو آنکھیں اشک بار ہوجاتیں اور چشم گریاں و دل بریاں کے ساتھ والہانہ عقیدت کا اظہار فرماتے ۔ اسی نوعیت کا ایک واقعہ فقیر کے سامنے پیش آیا۔واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ اپنے علاقے کی ایک دینی مجلس میں فقیر موجود تھا، مفتی صاحب علیہ الرحمہ بھی جلوہ آرا تھے ، پروگرام کے اختتام کے بعد مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا تذکرہ شروع ہوا ، مفتی صاحب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں آپ کو مفتی اعظم ہند کی کرم نوازی کا ایک واقعہ سناتا ہوں ۔ فرمایا کہ ایک بار میں ایک استفتا کا جواب تحریر کر کے اصلاح لینے کے لیے مفتی اعظم ہند کی خدمت میں حاضر ہوا ،اس وقت چوں کہ سرکار مفتی اعظم تعویذ نویسی میں منہمک تھے ، اس لیے ایک کنارے با ادب کھڑا رہا ، تھوڑی دیر بعد چشم کرم اٹھی تو سامنے کرسی پر ایک بے ریش سیٹھ کو بیٹھا دیکھ کر جلال میں آگئے اور ارشاد فرمایا کہ عجب حال ہے لوگوں کا، جسے کھڑا رہنا چاہیے وہ بیٹھا ہے اور ایک عالم دین کو کھڑا رکھا ہے ۔ یہ سن کر وہ سیٹھ خائف ہوا اور کرسی چھوڑ دیا۔ اس کے بعد مفتی اعظم مجھ پر چشم کرم ڈالے اور بیٹھنے کے لیے فرمایا۔

اتنا بیان کرنے کے بعد آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور حاضرین پر بھی ایک سکتہ طاری ہوگیا ۔ یہ ہوتی ہے اپنے مرشد سے عقیدت ۔ رب قدیر ہم سب کو بھی مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی روش پر چلنے توفیق ارزانی فرمائے۔

☆☆☆

حضرت مفتی عبدالغفور رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اصاغر نوازی

مولانا محمد شارب ضیا مصباحی: رکن آئینہ ہند اکیڈمی، اتر دیناج پور، بنگال

بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، استاذ الاساتذہ، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد عبدالغفور رضوی علیہ الرحمہ ایک باوقار عالم ربانی، کہنہ مشق مفتی، بلندپایہ مدرس، عالی شان اصلاح کار اور دین وسنیت کے عظیم داعی تھے۔ آپ کی مکمل زندگی زہد وورع، خوف وخشیت، تقوی وطہارت اور احتیاط ومآل اندیشی سے آراستہ تھی۔ آپ کے احوال وافعال شریعت طاہرہ اور سنن ظاہرہ کے موافق ہوتے۔ زندگی کا لمحہ لمحہ آپ نے شریعت وطریقت اور اسلاف کے اخلاق وکردار کی روشنی میں گزارا۔ ایک عالم ربانی کے اندر جن اوصاف وکمالات کو ہونا ضروری ہے تقریباوہ تمام اوصاف حمیدہ اور خصائل عظیمہ آپ کے اندر موجود تھے۔

آپ کی ذات ستودہ صفات تواضع وانکساری سے عبارت تھی۔ علم وہنر کا کوہ ہمالہ ہونے کے باوجود خاکساری کا یہ عالم تھا کہ لوگ، آپ اور اصاغر علما وتلامذہ کے درمیان امتیاز نہیں کرپاتے۔ آپ کی بارگاہ عالی مرتبت ہر خاص وعام کے لیے یکساں ہوتی تھی۔ ہر کس وناکس بلا تکلف آپ سے رجوع کرلیتا اور مسائل دریافت کرلیتے۔ اگر صرف ملنے کی خواہش ہوتی تو بآسانی ملاقات کا شرف بھی حاصل کرلیتے۔ خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند ہونے کے باوجود آپ نے کبھی بھی اپنے اور اصاغر میں کوئی خط امتیاز نہیں کھینچا۔ حد تو یہ ہے کہ اصاغر علما کی آپ نے ہمیشہ ہمت افزائی فرمائی۔

اس لیے مناسب ہے کہ آپ کی اصاغر نوازی کے کچھ حقائق پیش کردیے جائیں تاکہ ہم بے بضاعتوں اور کم خواندوں کو ایک مفید ونایاب سبق حاصل ہو، اس لیے کہ تکبر وتجبر ایک بدترین بلا ہے، جس سے اچھے اعمال اکارت ہوجاتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ملتی ہے جس میں بہر صورت خسارہ ہی خسارہ ہے۔ ذیل میں چند حقائق نذر قارئین کیے جاتے ہیں۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی صحبت فیض رساں سے مستفیض ہوکر جب آپ ۱۹۹۵ء میں اپنے علاقہ شاہ پور جلوہ بار ہوئے تو آپ کے علاقائی مداحوں نے اصرار پیہم کے بعد دارالعلوم رضائے مصطفیٰ شاہ پور کی باگ ڈور آپ کے حوالے کردیا، یہاں آپ نے دوسال تک انتظامی وتدریسی خدمات انجام دیں، انتظام وانصرام کی اہم ترین ذمہ داری کہ جس میں اکثر لوگ تنک مزاج ہوجاتے ہیں، اس کے باوجود اساتذہ وطلبہ کے ساتھ آپ کا جو حسن سلوک اور آپ کی جو کرم نوازی تھی وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے پھر ۱۳، ۱۲ سال کے بعد جب آپ دوبارہ یہاں تشریف فرما ہوئے اور کئی برس تک خدمات انجام دیں اس زمانے کے اساتذہ کا مجموعی تاثر یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اکثر ہم لوگوں میں ایسے بیٹھ جاتے جیسے کوئی معمولی آدمی ہوں، دور ثانی کے مدرس حضرت مولانا نفیس اقبال مصباحی بیل ٹولوی نے بتایا کہ آج کے دور میں ہر کوئی اپنی جیب کی فکر میں رہتے ہیں، بلکہ بسا اوقات دوسروں کی جیب بھی اپنی نگاہ میں رکھتے ہیں، لیکن یہ خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند ہیں کہ جب کسی میلاد یا جلسے میں جاتے تو دوسرے دن اپنے نذرانے سے مدرسین وطلبہ کی دل جوئی کے لیے چائے ناشتے اور پھلوں کا انتظام فرماتے، کہتے ہیں کہ میں مکمل دوسال حضرت کی صدارت میں تدریسی خدمات انجام دیتا رہا اس دوران میں نے دادودہش اور کرم نوازی کا یہ سلسلہ دیکھا۔

دارالعلوم اشرفیہ عزیزالاسلام ہربھنگہ کے ارباب حل وعقد کی اشتیاقانہ دعوت پر جب آپ ۱۹۹۶ء میں ہربھنگہ تشریف لائے اور صدارت کے عہدے پر فائز ہوئے، اس وقت نظامت کی ذمے داری شیر راجستھان حضرت علامہ ایوب عالم اشرفی صاحب قبلہ انجام دے رہے تھے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور مفتی

صدرالمدرسین جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم بنگلور

اعظم ہند کے بہت سارے خلفا دیکھے ہیں اور کچھ تو فرضی خلفا بھی نظر کے سامنے ہیں، خلافت پر ایسا نازاں اور ایسا دھونس کہ حاشا اللہ! لیکن حضور مفتی صاحب کی شان بالکل جداگانہ، نہ کبھی آپ نے گفت وشنید میں خلافت جتائی اور نہ ہی ادارے میں صدارت کا دھونس جمایا، بلکہ اس کے برخلاف آپ کا رہنا سہنا اتنا سادہ، نشست وبرخاست اتنی معمولی کہ معلوم ہی نہیں ہوپاتا تھا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہیں۔ نیز مدرسین میں اتنے گھلے ملے رہتے اور بسا اوقات سرجاپوری زبان میں بات کرکے اپنا رعب ودبدبہ [یعنی وہ رعب علمی وعملی جو بہرصورت اصاغر پر چھایا رہتا] اس طرح ختم فرمادیتے کہ معلوم نہیں ہوپاتا کہ صدرالمدرسین کون ہیں۔ مزید شیر راجستھان فرماتے ہیں کہ ذاتی طور پر آپ موم سے بھی زیادہ نرم تھے، مخالفین کے لیے بھی دل کا کچھ حصہ رکھتے، لیکن جب حق و شرع کے خلاف کوئی بات آتی توپُر جلال ہوجاتے اور بلاخوف وخطر فوراً اصلاح فرمادیتے، فرماتے ہیں! میں نے اپنی زندگی میں ایسا بے نفس، بے حرص، بے لوث اور دین کے مسئلے میں ایسا بے باک عالم دین نہیں دیکھا۔

حضرت علامہ فاروق عالم مصباحی ستی گھٹہ ناظر پور جنہیں الجامعۃ الحفیظیہ سراج العلوم راساکھوا اور مدرسہ اشرفیہ عزیزالاسلام ہربھنگہ ہردوجگہ حضرت کے ساتھ تدریس کا قابل فخر موقع میسر آیا، نے فرمایا کہ ہر درجے کے استاذ کے ساتھ آپ کا رویہ یکساں اور دوستانہ ہوتا، اصاغر اساتذہ کو علمی استفادہ کا موقع عنایت فرماتے، طریقۂ مطالعہ بتاتے، حضور مفتی اعظم ہند کے حوالے سے استفتا وفتویٰ نویسی کے اصول سکھاتے اور طلبہ کے ساتھ کس طرح رہنا اور پیش آنا ہے اس کے آداب سے آگاہ فرماتے، لیکن کمال ہے کہ کبھی بھی آپ زبانی وعملی طور پر تو کجا بلکہ اپنے آؤ، بھاؤ سے بھی اپنا بڑکپن ظاہر نہیں کرتے، بسا اوقات اپنے گھر سے کھانے کی چیزیں لاتے اور اساتذہ کو بلاکر کھلاتے، ہر ایک سے سلام وکلام اور پرسش احوال میں سبقت لے جاتے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آج کے اس دور میں کوئی استاذ اگر کسی دوسرے استاذ سے کسی کتاب یا مسئلے پر تبادلۂ خیال کرلے، تو معاون استاذ کہتے پھرتے ہیں بلکہ طلبہ سے کہتے ہیں کہ ارے! فلاں کی کیا تعریف کرتے ہو وہ تو مجھ سے کتابیں حل کرتے ہیں، لیکن میں نے اپنے ماتھے کی نگاہوں سے دیکھا ہے کہ جب کوئی استاذ کسی عبارت یا مسئلے کے حل کے لیے حضرت کے پاس جاتے تو آپ فرماتے کہ مولانا اتنے سمٹے اور جھکے کیوں ہیں، اور استاد وشاگرد کی پوزیشن کیوں بنائے ہوئے ہیں، طلبہ دیکھ رہے ہیں، ایسا کرنے سے اچھا پیغام نہیں جائے گا، ایک کام کیجیے! قریب آئیے! اور اس طرح پوچھیے کہ محسوس ہو کہ ہم کسی عام گفتگو میں ہیں۔ واقعی اسے کہتے ہیں احتیاط اور اصاغر نوازی، جس کی مثال نادر وکم یاب ہے۔

حضرت مولانا شمیم القادری بانی شمس العلوم للبنات صالحان ناظر پور، جن کے ادارے میں حضرت نے دوران تدریس جامعہ حفظیہ راساکھوا پارٹ ٹائم دوسال خدمت کی۔ نے فرمایا کہ میں حضرت سے زیادہ وقت کا پابند کسی کو نہیں پایا، میں تنخواہ کے حوالے سے عرض کیا کہ تحفہ کتنا مقرر کیا جائے جو بہتر ہو تو حضرت نے فرمایا کہ تحفہ مقرر نہیں کیا جاتا، آپ کی درس گاہ کو شایان شان بنانا چاہا تو فرمایا میں تو ایک چٹائی پر بیٹھ کر پڑھا لوں گا، اس کی حاجت نہیں، آپ اس رقم کو بچیوں کی تعلیم پر خرچ کریں، غرض کہ ہر موڑ پر حضرت نے ہماری رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی اور کرم نوازی کا یہ عالم کہ مصروفیت کی بنا پر اگر ایک دن بھی میں خبر گیری نہ کرپاتا تو حضرت ازخود فون لگادیتے اور حال چال پوچھتے اور خوب دعائیں دیتے اور کرم نوازی کا یہ سلسلہ آپ نے بوقت علالت بھی جاری رکھا نیز ادارے میں ختم بخاری کے لیے مشورہ کرتا تو فرماتے کہ اس وقت مناظر اہل سنت حضرت مفتی ذوالفقار علی رشیدی مصباحی سے بہتر کون ہیں، ان کو ہی دعوت دیجیے کہ وہ اس کے لائق ہیں۔

استاذ الاساتذہ، ماہر درسیات حضرت علامہ اشتیاق احمد مصباحی صاحب قبلہ صدرالمدرسین جامعۃ الزہرا للبنات ناظر پور فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت کی قربت خوب حاصل رہی، دینی مجالس اور شاہ پور بازار اور دیگر مقامات میں بار بار ملاقات کا شرف ملتا، بوقت ملاقات خنداں پیشانی، لبوں پر مسکراہٹ، جملوں میں کشادہ قلبی اور انداز گفتگو میں خوب کرم نوازی ہوتی، مجھ جیسے بے بضاعت کو کبھی علامہ بول دیتے تو کبھی کچھ اور القابات سے نوازتے، آپ بڑے مخلص تھے، دین وسنیت کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے، کوئی

بھی سنی ادارہ ہو اس کی تعمیر و ترقی کے لیے دامے، درمے، قدمے اور سخنے تعاون فرماتے، جامعۃ الزہرا للبنات سے نسبتاً زیادہ محبت فرماتے، بسا اوقات ادارے کے چندے کے لیے مناظر اہل سنت کے ساتھ نکل جاتے، صحت و بیماری ہر دو حالت میں بار بار جامعہ آتے، چوں کہ اصاغر علما کو سراہنا اور آگے بڑھانا آپ کی عادت کریمہ تھی، ایک دفعہ ہوا یوں کہ شوال المکرم کے دوسرے عشرے میں حضرت جامعہ تشریف لائے اور نظام الاسباق پر جو کہ سامنے تھا نگاہ ڈالی، میرے اور حضرت علامہ شمیم احمد رشیدی مصباحی کے نام کے سامنے جو کتابیں تھیں بغور دیکھ کر فرمایا کہ حق بہ حق دار رسید، یعنی آپ لوگ جس صلاحیت کے مالک و حامل ہیں اسی حساب سے کتابیں دی گئی ہیں، آپ کو زیب ہے کہ آپ صحیح مسلم، ہدایہ آخرین وغیرہ پڑھائیں۔ واضح رہے کہ یہ صرف حضرت کی کرم نوازی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ علاقائی جلسوں اور محفلوں میں حضرت کی صدارت میں مجھ عاصی کو متعدّد بار خطاب کرنے کا موقع میسر آیا، بعض دفعہ دوران خطاب اور بعض دفعہ بعد خطاب حوصلہ افزائی فرماتے، اور کہتے آج بڑا عمدہ موضوع آپ نے منتخب کیا تھا، ہاں ایسی تقریر ہونی چاہیے، یہ ہے حق خطابت، علاقہ کو ایسی تقریر کی ضرورت ہے اور ماشاء اللہ آپ کی صاف گوئی بڑے کمال کی ہے، اس طرح کے جملوں سے دعائیں دیتے۔ حضرت کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ بغیر پوچھے اکثر حضور مفتی اعظم ہند کے حوالے سے ہم کم علموں کو واقعات سناتے، یہ سچ ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں ایسا محسن اور ایسا مخلص عالم ربانی نہیں دیکھا، اللہ کریم حضرت کی تربت پر انوار و تجلیات کی بارش برسائے۔ آمین!

آج سے کوئی پانچ سال قبل مولانا عسجد رضا افضلی ڈیہر جو کہ حضرت کے اقربا میں نہایت قریبی ہیں، نے جب تنظیم عاشقان مصطفیٰ شاہ پور کی داغ بیل ڈالنے اور کسی ایک رسالے کی اشاعت کے حوالے سے حضرت سے مشورہ کیا تو رسالے کی بابت سنتے ہی آبدیدہ ہو گئے پھر کچھ توقف کے بعد فرمایا کہ یہ گراں مایہ کارنامہ انجام دینے کے لیے ایک معیاری قلم کار کی ضرورت ہوگی، اس کے لیے تو مناظر اہل سنت مفتی ذوالفقار علی رشیدی موزوں ہیں لیکن ان کو فرصت نہیں ہے، علاقہ بھر کی ذمہ داری کے ساتھ ان کے ادارے کا بوجھ بھی ان ہی کے سر ہے، رسالے کی ایڈیٹنگ کے لیے ایک فارغ قلم کار چاہیے۔ مولانا عسجد! ہے کوئی؟ مولانا نے عرض کیا کہ جی ہاں! اس کام کے لیے آبروے صحافت حضرت مولانا مفتی محمد ساجد رضا مصباحی نوری نگر کمات موزوں رہیں گے، معًا بعد مولانا نے کہا کہ ہم نے اس کے لیے ذہنی طور پر ایک ٹیم بھی تیار کی ہے، جن میں عمدۃ الفقہاء حضرت مفتی محمد عارف حسین مصباحی تال چھوا، زینت قرطاس و قلم حضرت مولانا سبحان رضا مصباحی نوری نگر کمات، ادیب شہیر حضرت مولانا مفتی غلام محمد ہاشمی مصباحی تال چھوا اور مولانا محمد شارب ضیا رضوی مصباحی (راقم الحروف) کے نام شامل ہیں۔ چوں کہ حضرت ان علما سے واقف تھے، اس لیے حضرت نے ایک سرد بھری سانس لی اور نوازشات و کرم فرمائی کا بادل نچوڑتے ہوئے فرمایا کہ ہاں یہ لوگ ذی استعداد اور قابل ہیں اور تحریر و قلم سے شغف کے ساتھ دین و سنیت کا درد بھی رکھتے ہیں اور میں نے ان حضرات کے مضامین بھی پڑھے ہیں، بہت عمدہ لکھتے ہیں، اس لیے ان لوگوں سے اس کام کی امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے، ان علما سے پہلے بات کر لو پھر آگے بڑھو، دیکھا جائے گا! باقی اللہ مالک ہے۔

نتیجتاً ہماری ٹیم بنی، پھر ہم سب نے حضرت سے رسالے کی سرپرستی کے لیے گزارش کی تو حضرت نے فرمایا کہ میں اس گراں قدر منصب کا کہاں حامل ہوں، پھر میں بوڑھا بھی ہو گیا ہوں، آپ نوجوان لوگ ہیں، آپ ہی میں سے کوئی بن جائیے۔ لیکن ہم سب کے اصرار پر حضرت نے اپنی سرپرستی عطا فرمائی اور آپ ہی نے رسالے کا نام ”سہ ماہی پیغام مصطفیٰ“ منتخب فرمایا، رسالے کا پہلا شمارہ جب اشاعت پذیر ہو کر منظر عام پر آیا اس حوالے سے پہلی میٹنگ آپ ہی کی سرپرستی میں دار العلوم رضائے مصطفیٰ میں منعقد ہوئی، ہم سب نے اپنی نگاہوں سے دیکھا کہ آپ رسالے کو ہاتھ میں لے کر رونے لگے اور حضرت مفتی ذوالفقار علی رشیدی و حضرت مفتی شعیب عالم قادری نعیمی صاحبان سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ ان بچوں نے ہم لوگوں کا قرض ادا کر دیا اور آج سے پندرہ سال پہلے ہم لوگوں نے الجامعۃ الحفیظیہ کی میٹنگ میں جو خواب سجایا تھا ان نوجوانوں نے شرمندۂ تعبیر کر دیا، پھر ہچکیاں

بندھ گئیں اور مسلسل دعائیہ جملوں کی بوچھار کرنے لگے اور فرمایا کہ ہم تاحین حیات آپ لوگوں کے ساتھ ہیں، میرے لائق جو بھی کام ہو، مجھے آگاہ کیجیے گا، بندہ حاضر رہے گا، پھر حضرت نے مزید کرم فرمایا کہ میٹنگ کے اخراجات اور مہمان نوازی وغیرہ کی ذمہ داریوں کے سلسلے میں خصوصی کرم نوازی فرمائی۔

عام طور پر اصاغر علما سراہے نہیں جاتے ہیں بلکہ ان کے کام میں نقص وعیب جوئی کرکے ان کی ہمت و حوصلہ کی کمر توڑ دی جاتی ہے، لیکن یہ خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند تھے کہ اصاغر کو استحقاق سے زیادہ سراہنا آپ کی عادت تھی۔ اس حقیقت سے کسے انکار کہ دسمبر ۲۰۱۸ء میں منعقدہ سیمینار وامام احمد رضا کانفرنس کے انعقاد کے لیے ہماری ٹیم کا اولاً پیش قدم ہونا اور ثانیاً اس خاردار میدان میں قدم رکھ دینا کسی کوہ ہمالہ کے سر کرنے سے کم نہیں تھا، جس کے لیے متعدد نشستیں رکھی جاتی تھیں، بعض احباب کا مثبت مشورہ ہوتا تو بعض کا منفی، بس چکی کے اسی دو پاٹ میں ہماری ٹیم پس رہی تھی، کبھی ہمت ہوتی تو کبھی ٹوٹ جاتی، لیکن ان مشکل حالات میں جب بھی ہم نے خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند کو مدد کے لیے پکارا تو بلا تاخیر تشریف لاتے اور دست و بازو پکڑ کر ہمت و حوصلہ دیتے، بعض دفعہ مشکل حالات میں ادیب شہیر حضرت مفتی ساجد رضا مصباحی صاحب ٹیم کے دیگر افراد کو لے کر حضرت کے گھر پہنچ جاتے اور نا مساعد حالات کی شکایت کرتے تو حضرت فرماتے: مفتی صاحب! کام چھوٹا ہو تو مخالفت چھوٹی ہوتی ہے اور کام بڑا ہو تو مخالفت بھی بڑی ہوتی ہے۔ ماشاء اللہ آپ کا کام بڑا نہیں بلکہ بہت بڑا ہونے جارہا ہے تو آپ کو حالات سے نبرد آزما ہونا پڑے گا اور جرأت و حوصلہ کا جبل مستحکم بننا پڑے گا، تبھی جاکر آپ، نہیں بلکہ ہم سب اس معاملے میں شادکام ہوپائیں گے، پھر دوران گفتگو حضور مفتی اعظم ہند کے واقعات سنانے لگ جاتے، مشکل حالات کا مقابلہ کیسے کیا جاتا ہے بزرگوں کی حالات زندگی سے بتاتے، حضرت مفتی ساجد رضا مصباحی فرماتے ہیں کہ پلک جھپکنے میں مشکل سے مشکل مسئلے کو حل فرمادیتے، ہم جاتے بہت سارا بوجھ لے کر اور واپس ہوتے شاداں و فرحاں ہوکر۔ یاد رہے کہ! سیمینار کے حوالے سے جتنی بھی نشستیں ہوئیں حضرت بیمار ہونے کے باوجود ہر ایک میں وقت سے پہلے حاضر رہے، نیز سیمینار کے لیے ہر موڑ پر آپ کا تعاون رہا، ابتدا سے انتہا تک ہم کہتروں کی دستگیری فرمائی، پھر سیمینار کے حسن اختتام پر کامیابی کا سہرا ہماری ٹیم کے سر باندھ کر آپ نے اصاغر نوازی کی اعلیٰ مثال قائم فرمائی۔

سیمینار میں لکھے گئے مقالات کا مجموعہ ''عرفان امام احمد رضا'' جب اشاعت پذیر ہوا اور دارالعلوم فیض عام کونہ ونوری نگر کمات اتر دیناج پور کے وسیع وعریض میدان میں رسم اجرا کا جلسہ رکھا گیا جس میں اکابر علما نے ہماری ٹیم کی اس عظیم کارکردگی کو اپنے اپنے انداز میں سراہا اور مناظر اہل سنت حضرت مفتی ذوالفقار علی رشیدی مصباحی نے تو اتنی کرم فرمائی کی کہ آپ نے ہماری ٹیم کو کام کی مشین کے خطاب سے نوازا وہیں پر خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ مفتی ساجد رضا مصباحی اور مفتی عارف حسین مصباحی یہ دونوں خموش مشین ہیں، کام کرتے جاتے ہیں اور کسی کو خبر تک نہیں ہوپاتی، پھر ڈائریکٹ نتیجہ ہمارے ہاتھوں میں لاکر رکھ دیتے ہیں، جس کا واضح ثبوت رسالہ ''پیغام مصطفی'' اور یہ ''عرفان امام احمد رضا'' ہے، اور ان کی ٹیم میں جو دیگر ارباب قلم ہیں وہ بھی کمال کے ہیں، ان کے مضامین سے ان کی شخصیات جھلکتی ہیں اور اسلوب تحریر سے ان کا خلوص بھی معلوم ہوتا ہے۔ یقیناً حضرت کے یہ اصاغر نواز جملے ہم کم علموں کے لیے محرک ثابت ہوئے جس کی برکتیں ہم آج بھی محسوس کررہے ہیں اور تاحین حیات ان برکتوں کا احساس رہے گا۔

حضرت کی بے شمار خوبیوں میں ایک خوبی آپ کا حوصلہ افزا ممتحن ہونا بھی ہے، راقم الحروف جب الجامعۃ الحفیظیہ سراج العلوم میں زیر تعلیم تھا اس وقت سالانہ تقریری امتحان کے لیے حضرت کی آمد ہوتی تھی، بارعب، باوقار اور خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند ہونے کی بنیاد پر طلبہ میں خوف وہراس کا ماحول رہتا، لیکن حضرت کی سادہ مزاجی اور کرم نوازی کا عالم یہ تھا کہ پہلی ہی ملاقات میں ڈر وخوف دور فرمادیتے، درمیان امتحان ہنستے ہنستے بھاری بھرکم علمی نکات بیان کرجاتے۔ کوئی ۲۰۰۴ء کی بات ہے راقم الحروف اس وقت جماعت رابعہ میں تھا، شرح جامی یا درس قرآن کے امتحان کے حوالے سے حضرت نے پوری جماعت کو ایک ساتھ بلالیا، فرداً

فرداً ہر ایک سے پوچھ لینے کے بعد آپ نے ایک جنرل سوال کیا کہ: علم ان سیکونُ منکم مرضیٰ میں اَن نے کیوں نصب نہیں دیا، جب کہ اَن کا کام نصب دینا ہے اور فرمایا کہ جو بھی اس کا جواب دے گا اسے ۹۹ نمبر دوں گا، پوری جماعت تلاش جواب میں مصروف تھی کہ کچھ دیر کے بعد برادر صغیر مفتی محمد عارف حسین مصباحی نے جواب دیا کہ جو اَن علم کے بعد آتا ہے وہ ان ناصبہ نہیں بلکہ اَن مثقلہ کا مخفف ہوتا ہے اس لیے یہاں فعل مضارع کو نصب نہیں دیا ہے۔ جواب سن کر حضرت کا چہرا کھل اٹھا اور بہت ساری دعائیں دیں پھر بعد امتحان حضرت مفتی ذوالفقار علی رشیدی اور حضرت مفتی شعیب عالم قادری نعیمی کے سامنے اولاً پوری جماعت کی تعریف کی اور ثانیاً فرمایا کہ اس جماعت میں محمد عارف حسین نام کا بچہ بڑا کمال کا ہے مجھے اس کا مستقبل روشن ترین دِکھ رہا ہے۔ یقیناً حضرت کے یہ جملے مفتی عارِف حسین کے حق میں دعا ثابت ہوئی کہ اس وقت مفتی عارف حسین مصباحی علم وادب کے جس کمال پر فائز ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔

آج سے تقریباً ۷ رسال پہلے حضرت مولانا ضمیر الاسلام مصباحی کوکیلا کے انعقاد کردہ جلسہ "اصلاح معاشرہ کانفرنس"، جس میں کلیدی خطاب کے لیے مناظر اہل سنت حضرت مفتی ذوالفقار علی رشیدی، فقیہ العصر حضرت مفتی شعیب عالم قادری نعیمی، محقق دوراں حضرت مفتی عارف حسین مصباحی اور ابتدائی خطاب کے لیے راقم الحروف مدعو تھے اور سرپرستی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند کی تھی، جب محقق دوراں مفتی عارف حسین مصباحی کی تقریر ہو رہی تھی، دوران تقریر حضرت نے حوصلہ افزائی کے طور پر سو سو روپے سے دو بار نوازا اور تقریر کے بعد بھی سو روپے الگ سے عنایت فرمائے اور تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ کیوں اِدھر اُدھر سے مقررین بلاتے ہیں جب کہ علاقے کے علما میں اچھے اچھے خطیب ہیں، ساتھ ہی حضرت نے اسی جلسے میں راقم الحروف کو بھی کافی دعاؤں اور حوصلہ افزا جملوں سے نوازا۔

یہ کوئی ۶ سال پہلے کی بات ہے کہ بگڑا گاچھی علاقہ گوال پوکھر میں فیضان اولیا کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس کی سرپرستی وصدارت حضرت ہی کے حوالے تھی جس میں مقرر کی حیثیت سے مولانا اظہر القادری سیتا مڑھی کی تشریف آوری ہوئی تھی اور برادر مکرم حضرت مولانا معظم عارف نظامی وعم مکرم حضرت مولانا منظر القادری بالخصوص برادر عزیز حضرت مولانا وحافظ و قاری وسیم اختر نظامی کے اصرار پر راقم الحروف بھی بنگلور سے پہنچا تھا، مجھ عاصی کی تقریر پہلی شب میں شان اولیا اور آخری شب میں میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت پر ہوئی تھی، آخری شب میلاد پر خطاب کے دوران جملہ معترضہ کے طور پر نذرانہ طے کرکے آنے والے خطبا و شعرا کی جم کر میں نے خبر گیری کی، دیکھا کہ پیچھے سے خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند تائیدی جملوں سے نواز رہے ہیں، اور واہ مولانا! شاباش، شاباش سے میرا حوصلہ بڑھا رہے ہیں، میری ہی تقریر پر جلسہ ختم ہوا، حضرت کی دعا ہوئی جس میں حضرت نے مجھ عاصی کے لیے کہا کہ مولیٰ! مولانا کی ہمت وجرات اور علم وعمل میں مزید اضافہ فرما، پھر اسٹیج سے اترتے اترتے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ تم نے تو ان بھیک منگوں کی حالت خراب کر دی! خیر! اللہ سلامت رکھے۔ واضح رہے کہ یہ ساری کرم نوازیاں، زینت درس گاہ حضرت علامہ اشتیاق احمد مصباحی صاحب قبلہ صدر المدرسین جامعۃ الزہرا للبنات ناظر پور اور دیگر کئی ایک علما کے سامنے ہوئیں۔

حضرت کے سب سے زیادہ قریبی حافظ و مولانا وسیم اختر نظامی بگڑا گاچھی نے کہا کہ مجھے بچپن ہی سے حضرت نوازتے آئے ہیں، یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ علم و ہنر کے معاملے میں میں زمین پر اور حضرت آسمان پر، لیکن اس کے باوجود حضرت از خود مجھے فون کرتے اور حال چال پوچھتے، کہیں علاقے میں پروگرام کے لیے جانا ہوتا تو خود سے کال کرکے فرماتے فلاں جگہ جانا ہے یا نہیں، اگر جانا ہے تو کیسے جائیں گے، تو میں گاڑی لے کر حضرت کی بارگاہ پہنچتا، پھر وہاں سے پروگرام کے لیے نکل جاتے، راستے میں نصیحت فرماتے، دنیوی حالات سے آگاہ کرتے، یوں سمجھیں کہ نوازشات کی بارش فرمادیتے، نعت خوانی کے دوران دعاؤں اور انعامات سے نوازتے، لیکن اتنی محبت کے باوجود جب کبھی مجھ سے لغزش ہوتی تو فوراً اصلاح فرماتے، میرے ساتھ ساتھی جیسا برتاؤ فرماتے، لیکن اتنے خوددار کہ مجھ سے کبھی بھی ایک گلاس پانی تک نہیں مانگتے، رب کی توفیق سے جتنی خدمت ہوتی میں از خود کرتا،

کبھی فرماتے کام میرا ہے تم کیوں تکلیف اٹھاؤ گے، میں خود کرلوں گا، کبھی کھانے کے لیے اپنے گھر بلا لیتے، حضرت مال و دولت کے اعتبار سے رئیس تو نہیں تھے، لیکن دل بڑا غنی تھا، ضیا بھائی! کیا کیا نوازشات گناؤں! پھر حافظ صاحب رو پڑے۔

مولانا نورالاسلام ڈوبکول کہتے ہیں کہ شاہ پور میں میری دکان ہے، ہر روز حضرت میری دکان پر آتے، ایک ڈیڑھ گھنٹہ تشریف رکھتے اوراخبار خوانی فرماتے، اس دوران حضرت مجھے دکان داری اور تجارت کے اصول سکھاتے، علاقائی لوگوں کے پیچ وخم بتاتے اور خوب حوصلہ افزائی فرماتے اور کامیابی کی دعائیں دیتے۔

مولانا شبیر عالم نوری شاہ پور بھی آپ کے بے حد قریبی تھے، مولانا کا کہنا ہے کہ دو سال تک حضرت میرے ساتھ راسا کھوا آنا جانا کیے، کبھی کبھی میں کام کی بنیاد پر خاصی تاخیر کرجاتا، حضرت میرے انتظار میں رہتے، لیکن کبھی بھی حضرت نے مجھے ڈانٹا اور نہ ہی ناراض ہوئے بلکہ فرماتے کہ مولانا آج بڑی تاخیر ہوگئی، خیر کوئی بات نہیں جو بھی ہوتا ہے رب کے چاہنے سے ہوتا ہے، پھر راستے بھر ہدایت فرماتے اور حضور مفتی اعظم ہند کے واقعات سناتے، تصلب فی الدین سکھاتے، علاقائی دینی مجالس میں مجھ حقیر کو آگے رکھتے، نکاح خوانی کی مجالس میں عزت سے نوازتے اور خطبۂ نکاح کا حکم دیتے، حضرت کی کیا کیا نوازشات سناؤں سچ تو یہ ہے کہ آپ سراپا اصاغر نواز تھے۔

حضرت مولانا عسجد رضا فضلی ڈیہر فرماتے ہیں کہ ۲۰؍ مئی ۲۰۲۰ء کی بات ہے کہ فقیہ النفس، مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی، حضرت مفتی صاحب قبلہ سے ملنے ڈوبکول شاہ پور از خود تشریف لائے، احوال وکوائف معلوم کرنے کے بعد فقیہ النفس نے فرمایا کہ آپ کی سرپرستی میں سہ ماہی رسالہ نکلتا ہے، اس میں علاقائی مدارس کے تعارف کے حوالے سے ایک کالم ہے، جس میں میرے قائم کردہ ادارہ ''جامعہ نوریہ شام پور'' کے تعارف کے لیے مولانا مفتی ساجد رضا مصباحی نے فون کیا تھا، میں چاہتا ہوں کہ پہلے میرا ادارہ دیکھ لیجیے، پھر آپ ہی لوگوں میں سے کوئی تعارف رقم کردیجیے گا، چوں کہ آپ سرپرست ہیں اس لیے میں آپ کی طبیعت پوچھنے اور آپ کو لینے کے لیے آگیا، چلیے میرے ساتھ، ادارہ بھی دیکھ لیجیے گا اور بات چیت بھی ہوجائے گی۔

مولانا عسجد فرماتے ہیں کہ اس صورت حال میں حضرت مفتی صاحب قبلہ کا حضور فقیہ النفس کے ساتھ اکیلے چلے جانا کافی تھا کیوں کہ آپ رسالے سرپرست ہیں، لیکن حضرت کی کرم نوازی کہ از خود مجھے فون لگایا اور فرمایا کہ مولانا کہاں ہیں؟ جلدی ڈوبکول آجائیے! اور تال چپوا کے تینوں بھائیوں (راقم الحروف، مفتی عارف حسین مصباحی، مفتی غلام محمد ہاشمی مصباحی) میں سے کسی ایک کو گواگاؤں آنے بولیے وہیں سے رسیو کرلیں گے، مولانا فرماتے ہیں! اتفاق سے اس روز سخت بارش ہو رہی تھی، بھیگتے بھیگتے میں ڈوبکول پہنچا، دیکھا کہ بارش مزید تیز ہوگئی، تھوڑی دیر بعد فقیہ النفس کے ساتھ ہم سب وہاں سے شام پور کے لیے روانہ ہوئے، راستے میں میں نے مولانا شارب ضیا مصباحی (راقم الحروف) کو فون کیا، اتفاق سے اس دن ان کے یہاں کوئی شادی کا پروگرام تھا، پھر بارش بھی تیز ہوچکی تھی جس کی بنیاد پر وہ ساتھ چل نہ پائے، لیکن خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند کی اصاغر نوازی کی یہ شان کہ جب ہم گواگاؤں پہنچے، تو آپ نے فرمایا کہ چپوا کے برادران ابھی تک نہیں پہنچے؟ میں نے عرض کیا کہ کچھ پریشانی ہے اس لیے نہیں آپائے یہ سن کر آپ فرماتے ہیں، ایسا کرتے ہیں! گاڑی لے کے چپوا چلے جاتے ہیں! موسم خراب ہے وہ کیسے آپائیں گے۔

اللہ اللہ! یہ کیسی کرم فرمائیاں اور کس طرح کی نوازشات! یقینا یہ ہمہ وشما کے بس کی بات نہیں یہ بڑوں کی بات ہے اور انہیں کے شایان شان ہے۔

نوٹ! بے شمار علاقائی علمائے کرام پر حضرت کی نوازشات اور کرم فرمائیاں ہیں لیکن قلت وقت اور عدم رابطہ کی بنیاد پر راقم الحروف قلم بند نہیں کرسکا، اس لیے جن حضرات کا تذکرہ نہیں ہو سکا ہے راقم الحروف ان سے معذرت خواہ ہے، چوں کہ بعد میں اس پر ایک تفصیلی مضمون لکھنا ہے تو جن جن حضرات پر حضرت کی کرم نوازیاں ہوئی ہیں وہ ذیل کے نمبر پر رابطہ کرکے بتادیں تاکہ اگلے مضمون میں شامل کرلیا جائے، نوازش ہوگی۔

موبائل نمبر 7892708647

مفتی عبد الغفور رضوی علیہ الرحمہ عالم ربانی تھے

مفتی محمد صابر رضا محب القادری: سور جاپور، اتر دیناج پور

علماے ربانین ہی انبیاے کرام علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انبیاے کرام علیہم السلام درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں، لہٰذا جس نے علم حاصل کیا اس نے اپنا حصہ لے لیا، یہی وجہ ہے کہ قرآن واحادیث میں علماے ربانین کے بے شمار فضائل مناقب موجود ہیں اور بلا شبہہ اہل علم وفضل ہی دین کے ستون اور زمین کے چراغ ہیں، ایسی جماعت جن کو علم وحکمت سے نوازا گیا قرآن کریم میں ایک مقام پر ان کی عظمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَٰكِن كُونُواْ رَبَّٰنِيِّـۧنَ بِمَا كُنتُمۡ تُعَلِّمُونَ ٱلۡكِتَٰبَ وَبِمَا كُنتُمۡ تَدۡرُسُونَ۔ [آل عمران/۷۹]

ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہوجاؤ، اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس کرتے ہو۔ [کنزالایمان]

آیت پاک میں ربّانی کا لفظ مذکور ہے، ربّانی کے معنی نہایت دین دار، عالم باعمل اور فقیہ کے ہیں۔ [تفسیر قرطبی]

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ربانی عالم وہ ہے جو ان تمام صفات سے متّصف ہو جن صفات کو میں نے بیان کیا ہے، فقہ و حکمت کا علم رکھتا ہو اور مصلحین میں سے ہو، ساتھ ہی وہ لوگوں کے معاملات کی اچھی طرح سے دیکھ ریکھ کرتا ہو، انہیں خیر کی تعلیم دیتا ہو اور انہیں اس چیز کی طرف بلاتا ہو جس میں ان کے لیے بھلائی ہو، اسی طرح وہ حکمت والا اور اللہ سے ڈرنے والا ہو، منصف حکام کے طرز پر وہ لوگوں کے معاملات کی نگہ داشت کرتا ہو اور دنیا و آخرت میں ان کی بھلائی کا خواہاں ہو۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ربانیین کا مقام احبار سے بھی اونچا ہے احبار علما ہوتے ہیں، جب کہ ربانی عالم ایک ایسے جامع الصفات کا نام ہے جس میں علم وفقہ کے ساتھ ساتھ سیاسی بصیرت اور لوگوں کے دینی و دنیاوی معاملات بحسن وخوبی انجام دینے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ [تفسیر الطبری:۶/۵۴۴]

قارئین! علم و تعلیم کا ثمرہ یہ ہونا چاہیے کہ آدمی اللہ والا ہوجائے، لوگوں کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرے، اپنے خالق اور مخلوق کے درمیان ایک مضبوط واسطہ بن کر زندگی گزارے، مخلوق کا رشتہ اپنے معبود سے مربوط کرے، گویا کہ واصل ہو، موصل ہو اور ہمہ وقت لوگوں کی دینی ضروریات کی تکمیل پر موصول بھی، حق گو ہو اور حق شناس بھی، ایسی خوبیاں جس عالم دین کے اندر پائی جائیں، بے شک وہ اپنے دور کا عالم ربانی اور قندیل نورانی ہے، ان کا انتقال کر جانا بس ایسے ہی ہے جیسے شب دیجور میں جلتے چراغ کا بجھ جانا، چلچلاتی دھوپ میں ناگہاں بجلی کا کڑکنا اور پھر کسی کنبے قبیلے پر گر جانا اور نشیمن کو خاکستر کر جانا، زور دار بارش میں کسی غریب کے آشیانے کا زمین دوز ہوجانا، ٹھٹھرتی سردی میں جسم سے چادر کا چھن جانا وغیرہ وغیرہ۔

آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان صورتوں میں انسان کی کیفیت کیا ہوتی ہے، میں تو سمجھتا ہوں کہ ان کیفیتوں کو الفاظ کے قالب

میں ڈھالنا مشکل ہے، بس اسی طرح یا اس سے بھی زیادہ مشکل گھڑی ایک ایمان والے کے لیے وہ ہوتی ہے جب ان کے درمیان سے ان کی مسیحائی کرنے والا کوئی عالم ربانی وفات کر جائے، پھر تو ایسے موقع پر ہر ذی شعور مومن پر ''موت العالم موت العالم'' کی حقیقت آشکارا ہونے لگتی ہے۔

ابھی ۱۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ ۳؍ دسمبر ۲۰۲۳ء کو کچھ ایسا ہی ہوا، سیمانچل اتر دیناج پور کی ایک علمی روحانی شخصیت کی وفات نے تڑپا کر رکھ دیا اور شدت کے ساتھ ''موت العالم موت العالم'' کا احساس ہوا۔

ہمارے درمیان سے روپوش ہونے والے بزرگ خلیفہ مفتی اعظم ہند، استاذ العلما حضرت علامہ مفتی عبدالغفور رضوی علیہ الرحمہ کو جب ہم متذکرہ آیت کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو بلاشبہہ وہ اپنے دور کے عالم ربانی نظر آتے ہیں، علم وعمل، تقویٰ وطہارت، سادگی و سنجیدگی، فقہ وافتا، تفکر وتدبر، زہد وورع اور دیگر تمام قلندرانہ صفات جو ایک عالم ربانی کے لیے ضروری ہوتی ہیں ان میں بدرجۂ اتم موجود نظر آتی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا بریلوی، استاذ العلما علامہ نصیر الدین اشرفی پناسی، علامہ حاجی مبین الدین محدث امروہوی، امام علم وفن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی، صدر العلما علامہ تحسین رضا محدث بریلوی، شیخ الحدیث حضرت علامہ معین الدین علیہم الرحمہ کے پروردہ تھے۔

جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف سے فراغت کے بعد اپنے استاذ مرشد و مربی حضور مفتی اعظم ہند نوراللہ مرقدہ کے انتخاب پر ۱۹۷۲ء سے ۱۹۹۵ء تک کامل ۲۳؍ سال آپ نے مظہر اسلام میں تدریس وافتا کے فرائض انجام دیے، ظاہر ہے اس طویل عرصہ میں آپ کے تلامذہ اور تحریر کردہ فتاویٰ کی ایک بڑی تعداد ہوگی، کاش کوئی اس پر کوئی کام کرے تو اتر دیناج پور کی کتب فقہ کے باب میں ایک ضخیم فقہی گلدستہ کا اضافہ ہو سکتا ہے۔

آپ کا ایک مفتی کی حیثیت سے کیا مقام ومرتبہ تھا اور کس درجہ حضور مفتی اعظم ہند کے معتمد تھے، اس حوالے سے اتنا جان لینا کافی ہے کہ نس بندی کے عدم جواز والے فتویٰ پر دیگر مفتیان کرام کے ساتھ آپ کی بھی تصدیقی دستخط ثبت ہے۔ اور دوسرا یہ کہ عین جوانی اور فراغت کے بعد حضور مفتی اعظم ہند نے اپنی خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔

آپ علیہ الرحمہ کو سرکار مفتی اعظم ہند سے وہ قربت حاصل تھی جو خال خال لوگوں کو رہتی ہے، راقم السطور سے آپ نے متعدّد دفعہ اس کا ذکر فرمایا کہ آپ پر مفتی اعظم ہند کی بے پناہ نوازشات تھیں۔

مفتی صاحب علیہ الرحمہ میں بے شمار خوبیاں تھیں وہ ایک اچھے محقق استاذ، شریعت کے پابند، اصاغر نواز، تنظیمی فکر کے حامل بزرگ تھے، کسی بھی محفل یا مجلس میں ہوتے تو میر مجلس کی حیثیت ہوتی، اتر دیناج پور کے اکثر دینی مذہبی اجلاس وکانفرنس کی صدارت وسرپرستی کے لیے منتخب ہوتے اور پیرانہ سالی کے باوجود احسن طریقے سے اپنی ذمہ داری نبھاتے، گویا اس دور قحط الرجال اور زوال وانحطاط میں ان کی ذات اللہ کی عظیم نعمت تھی، ان کا تبلیغی تعلیمی تدریسی تحقیقی سفر اخیر عمر تک جاری رہا، کبھی بریلی شریف تو کبھی شاہ پور، کبھی ہربھنگہ تو کبھی راسا کھوا جامعہ حفیظیہ کی درس گاہ ودارالافتا سے لعل وگہر پیدا کیے، علم وحکمت کے متلاشی سیراب ہوتے رہے، طبیعت ناساز ہوئی، حالات ناموافق ہوئے، لیکن ان کا سفر جاری رہا، بالآخر اس سفر کی منزل جنت ٹھہری اور وہ سوے جنت روانہ ہوئے:

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

انتقال کی خبر موصول ہوتے ہی چند سطور لکھ کر اخبار مشرق کو بھیجا تھا الحمدللہ اخبار مشرق نے شائع بھی کیا اور آج پھر سے اپنے موقر رسالہ پیغام مصطفیٰ کے لیے یہ مختصر تحریر لکھا، مولیٰ کریم قبول فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ ☆☆☆

مفتی غلام محمد ہاشمی مصباحی: نائب ایڈیٹر سہ ماہی پیغام مصطفےٰ اتر دیناج پور، بنگال

ہمارا علاقہ زراعتی علاقہ ہے ، صنعت وحرفت، کارخانوں، فیکٹریوں اور کمپنیوں کا یہاں نام ونشاں نہیں، مالی اعتبار سے پس ماندہ اور غربت زدہ ہے۔ اکثر لوگ طول وعرض میں پھیلی ہوئی اپنی اپنی نم زمینوں میں محنت وکوشش اور کشت وکاشت کرکے بقاے حیات کا سامان کرتے ہیں۔ ہاں اللہ تبارک وتعالی کا یہ بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے اس سرزمین میں ایسی قوت اور تاثیر رکھی ہے کہ اس سے ضرورت کے اکثر اناج سال کے مختلف فصلوں میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہاں کی زمینیں کسی بھی موسم میں خالی اور بے کار نہیں رہتیں، بلکہ ہر موسم میں کسی نہ کسی نعمت سے بھری پڑی ہوتی ہیں۔

خداے لم یزل کا ایک بڑا کرم یہ بھی ہے کہ اس نے اس سرزمین کو دنیوی تعلیم سے زیادہ دینی تعلیم کے لیے مختص فرمایا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ علما، فضلا اور ارباب علم ودانش کی یہاں خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالی نے اس علاقے میں بہت ساری عبقری، ہمہ جہت اور نایاب شخصیات پیدا فرمائیں۔ ماضی قریب ہی کے علما اور اہل علم ودانش کا اگر جائزہ لیا جائے تو ایک طویل فہرست بن سکتی ہے۔ ایک سے ایک آفتاب وماہتاب یہاں پیدا ہوئے، جن کی اپنی ایک خاص شناخت رہی ہے، جن کی خدمات دینیہ اور بے لوث قربانیوں کی دین ہے کہ آج ہر چہار جانب بہاریں ہیں۔

اللہ تعالی کے انہی نیک اور مخلص بندوں میں نمونۂ اسلاف، عالم ربانی، خلیفۂ شہ زادۂ مجدد دین وملت حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبد الغفور رضوی نوری علیہ رحمۃ الباری کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ آپ اپنے آبائی گاؤں ”شاہ پور ڈوبکول“ میں پیدا ہوئے۔ ماں باپ کے سایۂ شفقت ورافت میں پرورش ہوئی۔ تھوڑا بڑے ہوے تو دار العلوم رضاے مصطفی شاہ پور [جو آپ کے گاؤں کا ادارہ ہے] ابتدائی تعلیم کے لیے آتے جاتے رہے، پھر اعلی اور معیاری تعلیم کی تحصیل کے جذبے سے بریلی شریف اتر پردیش تشریف لے گئے۔ دار العلوم مظہر اسلام میں داخل ہوئے اور وہیں سے فراغت حاصل فرمائی۔

ذہانت وفطانت، حذاقت ومہارت اور قابلیت دیکھ کر فراغت کے بعد اساتذۂ کرام نے دار العلوم مظہر اسلام ہی میں تدریس کے لیے آپ کا انتخاب فرمایا۔ بڑی عرق ریزی، جاں کاہی اور اخلاص کے ساتھ تئیس سال آپ نے وہاں تدریسی خدمات انجام دیں، بعدہ وہاں سے رخصت ہو کر ہمیشہ کے لیے وطن مالوف تشریف لائے۔ باقی زندگی اپنے علاقے ہی کے متعدد مدارس میں رہ کر بسر فرمائی۔ بریلی شریف کی خدمات کے علاوہ علاقے میں جو خدمات آپ نے سرانجام دی ہیں ان میں دیگر مختلف خدمات کے علاوہ تحریکی خدمات بھی شامل ہیں۔ واضح رہے کہ کسی تنظیم یا تحریک کی صرف بنا ڈال دینا کافی نہیں ہے، بلکہ بنیاد کے بعد اس کے اغراض ومقاصد پر کام کرنا، اس کی بقا اور پائیداری پر مسلسل محنت کرنا اور اس کے بینر تلے زیادہ سے زیادہ دینی خدمات انجام دینا ضروری ہے۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی یہ خوبی رہی ہے کہ آپ نے کسی تحریک یا تنظیم کی کبھی مخالفت کی نہیں کی، بلکہ معرض وجود میں آنے والی ہر دینی تحریک کو خواہ اس کے سربراہ آپ ہوں یا کوئی اور سراہا اور اسے دعاؤں سے نواز ہے، اس کے محرکین کی حوصلہ افزائی کی ہے اور جہاں تک آپ سے ہو سکا ہے آپ نے مہمیز کرنے کا کام کیا ہے۔ ذیل میں تحریکی وتنظیمی اور ان جیسے دیگر

متوطن: تال چپوا، اتر دیناج پور، بنگال

کارناموں کی حمایت واعانت کے حوالے سے حسب معلومات کچھ سطریں رقم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے:

(۱) سنی علما کونسل اتر دیناج پور کی سربراہی:

''سنی علما کونسل اتر دیناج پور'' ہمارے علاقہ اتر دیناج پور کے علما، ادبا،فقہا اور دینی مدارس سے جڑے افراد کی ایک بڑی تنظیم ہے۔ علاقے میں پیدا ہونے والے فتنوں، گم راہیوں اور خرافات کے بروقت سدباب اور روک تھام کے لیے ۲۰۰۱ء میں اس کی داغ بیل ڈالی گئی ہے۔جن سرخیل ہستیوں نے اس کی بنااور قیام میں عملی اقدام فرمایا ہے ان میں آپ کا نام بھی سر فہرست ہے۔علاقہ کے مقبول عالم دین، معروف صاحب فقہ وافتا، استاذ الاساتذہ، حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی حفظہ اللہ نے استفسار پر بتایا کہ ابتداءً آپ ''سنی علما کونسل'' کے نائب صدر بنائے گئے تھے ،پھر بعد میں سربراہ منتخب ہوئے اور اسی حیثیت سے اخیر عمر تک ہم سبھوں کو قوت فراہم کرتے رہے۔حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ تحریک کی کسی میٹنگ کو مِس نہیں کرتے تھے،سائیکل کے ذریعہ پابندی کے ساتھ وقت پر پہنچ کر مشوروں میں شامل رہا کرتے تھے۔

(۲) سہ ماہی پیغام مصطفٰی اتر دیناج پور کے سرپرست اوراہم مشیر تھے،نام کاانتخاب بھی آپ ہی نے فرمایاتھا:

''سہ ماہی پیغام مصطفٰی اتر دیناج پور''تنظیم عاشقان مصطفی شاہ پور بازار کے تحت نشر ہونے والاایک مستند اور مقبول رسالہ ہے۔ اس کے اصل اور اول محرک مولانا محمد مسجد رضا قادری متوطن پچھم ڈیہر ہیں۔مولانا موصوف نے فون بتایا کہ رسالے کے اجرا کے بارے میں جب میں نے منصوبہ بنایا تھا توسب سے پہلے مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے اس سلسلے میں تبادلۂ خیال کیا،حضرت نے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔مثبت رائے پیش فرمائی– اور مفید مشوروں سے نوازا۔ اس کے بعد کچھ دنوں کے لیے میں اس حوالے سے غیر متحرک رہاتو حضرت نے خود ہی میری خبرلی اوریاد دہانی فرمائی کہ کیا ہوا؟ بہر حال جب دوبارہ میں نے عزم مصمم کیاتو حضرت کے پاس گیا،حضرت نے اس بار بڑی تاکید فرمائی اور کوتاہی سے منع فرمایااور رسالے کا نام ''پیغام مصطفی''تجویز فرمایااور یہ فرمایاکہ نسبتِ مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے رسالے کانام رہے گاتواچھارہے گا،یہ نام رکھ لیجیے۔

انتخابِ نام کے بعد،بعد کے تمام مراحل میں حضرت معاون اور خیر خواہ رہے۔اجراکے بعد جب پہلاشمارہ چھپ کر منظرعام پرآیا توآپ نے بڑی مسرت کااظہار فرمایا۔اور تادم اخیر ہماری ٹیم کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے اور دعاؤں سے نوازتے رہے۔

(۳) ادارہ،دارالعلوم رضائے مصطفٰی شاہ پور کوآپ نے عروج بخشا:

۱۹۹۵ء میں بریلی شریف سے مستقل گھر واپس آگئے۔ دارالعلوم رضائے مصطفی شاہ پور کوارتقائی منزل پرلے جانے والی ایک ہمہ جہت بڑی شخصیت کی ضرورت تھی،اراکین نے موقع غنیمت سمجھ کر آپ کا انتخاب کیا۔آپ اسی سال ادارہ سے منسلک ہوئے۔اس کے اغراض ومقاصد کے حصول میں لگے رہے۔آپ کی جدوجہد، محنت ،لگن اور اخلاص کی برکت سے ادارہ بہت کم مدت میں معروف ہوگیااورایسا متعارف ہواکہ دور دور سے لوگ اپنے بچوں کوتعلیم کے لیے بھیجنے لگے۔اس طرح اس ادارے کے عروج میں آپ کی کارکردگی اور خدمات کا بڑادخل ہے، جسے ادارہَ مذکور کی تاریخ میں ہمیشہ یادرکھاجائے گا۔

(۴)دیگر تنظیموں اور تحریکوں کے بہی خواہ تھے:

طبعی اور فطری اعتبار سے آپ منصف اور مثبت مزاج تھے۔ ہر اچھے اور بھلے کام کوقبول کرتے تھے۔دیگر عمدہ کارکردگیوں کے علاوہ مذہب وملت ،دینی وملی کاموں اور تحریکوں کو بہت پسند فرماتے تھے۔اور مصروفِ خدمت علما اور افراد کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے۔تحریکوں کے معرض وجود میں آنے کے بعد بہت خوش ہوتے تھے،ایسا لگتاکہ آپ اس طرح کی تحریکی وتنظیمی کارناموں کے پہلے ہی سے منتظر اور متمنّی تھے۔جتنی تحریکیں علاقے میں کام کررہی ہیں سب کے آپ بہی خواہ تھے۔اللہ تعالی آپ کی خدمات جلیلہ کوشرف قبولیت عطاکرے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب کرے۔ ☆☆☆

بیعت وارادت اور اجازت وخلافت خانقاہی پاکیزہ امور میں سے ہیں، عہد قدیم سے لے کر آج تک خانقاہی نظام میں یہ سلسلہ چلا آرہا ہے۔ لوگوں کے عقائد واعمال کی درستگی اورانہیں گم رہی وگناہ سے بچانے کا ایک موثر ذریعہ بھی ہے۔ ہمارے مشائخ کرام اور پیران عظام نے ان کے ذریعے لاکھوں لوگوں کے ایمان واعمال کی حفاظت فرمائی ہے۔

ایک زمانہ تھاجب اجازت وخلافت کی بڑی اہمیت اور معنویت تھی۔ یہ نعمت ہرکس وناکس کونہیں ملتی تھی، بلکہ جواہل اور لائق ہوتا انہی کو یہ ذمے داری دی جاتی تھی۔ خانقاہوں میں جس طرح بیعت و ارادت کی نیت سے حاضر ہونے والے لوگوں کی کامل تربیت کی جاتی تھی، ریاضت ومجاہدہ کی بھٹی میں انہیں ہفتوں، مہینوں اور سالوں رکھاجاتا تھا، حسب اعمال ان کی نفس کشی کی جاتی تھی، اسی طرح جن کو خلافت دینا ہوتا ان کی بھی مکمل تربیت ہوتی تھی، شخصیت سازی کی ہر ممکن کوشش کی جاتی تھی اور جب تک خلافت کی اہلیت ان کے اندر پیدانہ ہوجاتی منصب ارشادوہدایت پر فائز نہیں کیا جاتا تھا۔ آج حالات بدل گئے ہیں۔ شیخ بھی ویسے نہ رہے اور مرید بھی ویسانہ رہا، اکثریت ان کی ہے جن کے اندر دنیاداری غالب ہے۔ اخلاص وللّٰہیت کی جگہ ریاکاری اور طلب جاہ وحشمت کا بسیرا ہے۔ دین داری مفقود ہے اور دنیاطلبی کی راہیں ہر چہار جانب سے کھلی ہوئی ہیں۔ پیر بھی بڑے دنیادار ثابت ہورہے ہیں اور مرید بھی ان سے کچھ کم نہیں۔ آج کے اِس نام نہاد ترقی یافتہ دور میں دونوں ہی کی باہمی جہالت اور مفاہمت قابل دیدوافسوس ناک ہے۔

مگرماضی قریب کے اسلاف میں تاج دار اہل سنت، شہ زادۂ مجدددین وملت، آفتاب علم وحکمت حضور مفتی اعظم ہند شاہ مصطفی رضا خاں قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات اس حوالے سے بہت صاف اور بے غبار نظر آتی ہے۔ آپ زندگی کے تمام گوشوں میں محتاط اور متبع رہے ہیں۔ اجازت وخلافت کے معاملے میں بھی بڑے محتاط تھے۔ آپ کے زہدوورع، تقوی وپاکیزگی اور حزم واحتیاط کا ایک زمانہ قائل ہے۔ تفویض خلافت واجازت کے معاملے میں آپ کا احتیاطی پہلواور معیار بہت اونچاواعلی رہا ہے۔ جس کو آپ اس بڑے عہدے کے قابل اور لائق سمجھتے تھے اسی کو خلافت سے نوازتے تھے اور جو اہل نہیں ہوتے انہیں خلافت نہیں دیتے تھے۔ اس حقیقت کی عقدہ کشائی کے لیے آپ کے خلفا کی فہرست ثبوت کے طور پر کافی ہے جن کی سیرت اور شخصیت قابل رشک ہے، ذیل میں کچھ خلفا کے نام پیش کیے جارہے ہیں دیکھیں:

1. مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضاخاں جیلانی بریلوی۔
2. برہان ملت حضرت علامہ مفتی برہان الحق والدین جبل پوری۔
3. جلالۃ العلم حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی۔
4. سید العلما حضرت علامہ مفتی سید آل مصطفی برکاتی مارہروی۔
5. امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین قادری مظفرپوری۔
6. شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی رضوی پیلی بھیت۔
7. مجاہد ملت حضرت علامہ مفتی حبیب الرحمن قادری اڑیسوی۔
8. صدر العلما حضرت علامہ مفتی سید غلام جیلانی میرٹھی۔
9. شمس العلما حضرت علامہ مفتی شمس الدین رضوی جون پوری۔
10. غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی ملتان پاکستان۔
11. رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری جمشید پور۔
12. شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی گھوسوی۔
13. خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آباد۔

استاذ جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم بنگلور

⑭ خواجہ علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی۔
⑮ فقیہ النفس مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی کشن گنجوی، وغیرہ۔

مذکورہ شخصیات ہی کو دیکھا جائے تو اندازہ لگانا آسان ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند کے یہاں خلافت کا معیار کتنا اعلی تھا۔ آپ کا ہر خلیفہ علم وعمل، تقوی وپارسائی، استقامت وتصلب اور بے نیازی میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کا خلیفہ تو خلیفہ ہے کوئی مرید بے عمل نہیں ملتا۔ عام مریدوں کی صورت وسیرت ایسی ہے کہ دیکھ کر مرشد کی تربیت اور فیض کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اللہ تعالی آپ کے فیوض سے ہمیں فیض یاب فرمائے۔

ہمارے علاقے کے بزرگ عالم دین، یادگار اسلاف حضرت علامہ مفتی عبد الغفور رضوی نوری، تاج دار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے اجل خلفا میں شامل تھے۔ سند اجازت و خلافت آج بھی مفتی صاحب موصوف علیہ الرحمہ کے گھر میں موجود ہے، جس میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی قلمی دستخط ثبت ہے۔ سند اجازت وخلافت میں دستخط کے ساتھ جو تاریخ لکھی ہوئی ہے تحریر پرانی اور دھندلی ہونے کی وجہ سے صاف تو نظر نہیں آرہی ہے ہاں بڑی باریکی اور گہرائی سے دیکھنے پر ۲/ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ لگ رہی ہے۔ زمانہ تحصیل علم کے علاوہ تئیس سال کی مدت مدیدہ آپ نے دار العلوم مظہر اسلام ہی میں تدریس میں گزاری۔ اس دوران دار الافتا میں فتوی نویسی بھی کی جس کی نگرانی خود حضور مفتی اعظم ہند فرماتے تھے۔ اس طرح سے آپ حضور مفتی اعظم ہند کے پروردہ بھی تھے، معتمد بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔

اہلیت اور اوصاف حمیدہ دیکھ کر حضور مفتی اعظم نے آپ کو خلافت تفویض فرمائی:

ایک خلیفہ کے اندر جتنے اوصاف اور جتنی شرطیں ہونی چاہیے وہ حضرت مفتی عبد الغفور صاحب علیہ الرحمہ کے اندر بدرجہ کمال پائی جاتی تھیں۔ آپ ظاہراً وباطناً اپنے مرشد برحق کے عکس جمیل تھے۔ بہت سارے وہ اوصاف جو حضور مفتی اعظم ہند کے تھے، آپ کے اندر بھی پائے جاتے تھے۔ آپ عالمانہ وقار اور فاضلانہ جاہ وجلال کے مالک تھے، چہرہ بارونق،، لبوں پہ مسکراہٹ اور فکر آخرت میں محو رہتے تھے۔ اس کے علاوہ حق گوئی وبے باکی، تصلب دینی، عاجزی وخاکساری، ہمدردی ووفا شعاری، غیرت وحمیت، بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت، نمازوں اور عبادتوں سے غایت درجے کی محبت، فضول کاموں سے نفرت وغیرہ اوصاف کے آپ حامل تھے۔ مزید وقت کی پابندی، خوش اخلاقی، خوش مزاجی، اصاغر نوازی، سادگی، بے تکلفی اور روحانیت تو آپ کو اپنے اساتذہ اور مرشد برحق سے بشکل فیضان ملی تھی۔ یہی اوصاف جمیلہ اور عادات حسنہ تھے جن کی وجہ سے تمغہ خلافت سے نوازے گئے۔

حضور مفتی اعظم ہند کی امانتوں کے آپ سچے امین ثابت ہوئے:

ایک خلیفہ اپنے مرشد برحق کا سچا نائب اور امین اسی وقت ہوتا ہے جب کہ وہ ان کی امانتوں کا امین اور محافظ ہو، ان کے بتائے ہوئے خطوط اور حدود کی رعایت کرتا ہو، ان کی بتائی ہوئی تعلیمات اور ارشادات پر عمل پیرا ہو۔ اگر ایسا ہے تو مرشد کے نقش قدم پر چلنے کی وجہ سے کامیاب ہے ورنہ انحراف کی وجہ سے بے فیض اور ناکام ہے۔ اس تناظر میں جب ہم خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند مفتی عبد الغفور صاحب رضوی علیہ الرحمہ کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو آپ اپنے مرشد برحق کے نقوش قدم پر سوفی صد چلتے نظر آتے ہیں۔ امور شرعیہ کی پاس داری جس طرح مرشد طریقت کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اسی طرح آپ کے اندر بھی موجود تھی، خدمت خلق کا جذبہ بیکراں جس طرح ان کے سینے میں موجزن تھا اسی طرح آپ بھی خلق خدا کی خدمت چاہتے تھے۔ منکرات ومنہیات سے جس طرح وہ دور رہا کرتے تھے ویسے آپ بھی اجتناب کیا کرتے تھے۔ عفت وپاک دامنی کا دامن جس طرح ان کا بے داغ تھا، اسی طرح ان کے فیضان سے آپ بھی صاف دامن تھے۔ جیسے مرشد برحق تاج دار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند ولی سیرت اور ولی صورت تھے ویسے آپ کی سیرت وصورت سے بھی ولایت جھلکتی تھی۔ جنھوں نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو نہیں دیکھا وہ آپ جیسے خلف ونائب کو دیکھ کر اندازہ لگا لیتے کہ غلام کا جب یہ عالم ہے تو آقا کا عالم کیا ہوگا۔ باقی صفحہ 23 پر

مولانا محمد سبحان رضا مصباحی: رکن آئینۂ ہند اکیڈمی اتر دیناج پور

اس بزم ہستی میں جب سے تخلیق انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اس وقت سے اب تک بے شمار انسان اس خاکدان گیتی پر آئے اور اپنی حیات مستعار کے لمحات گزار کر راہی ملک بقا ہوگئے۔ آج نہ ان کا نام ہے اور نہ ان کا تذکرہ، مگر بعض شخصیتیں ایسی ہیں جن کی یادیں، ان کی دینی خدمات اور لازوال کارناموں کی بدولت آج بھی ذہن کے دریچوں میں صبح نو کی طرح تروتازہ ہیں، انھی شخصیتوں میں ایک اہم نام استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبدالغفور رضوی علیہ الرحمہ کا بھی ہے، جو اپنی دینی، علمی، مذہبی، مسلکی اور تبلیغی خدمات کے لیے ہمیشہ یاد کیے جاتے رہیں گے۔

حضرت ممدوح سے میں اس وقت متعارف ہوا جب ہمارے یہاں دارالعلوم فیض عام کونہ ونوری نگر کمات میں رویت ہلال کے سلسلے میں ایک نشست ہوئی جس میں علاقے کے معروف علمائے کرام اور مفتیان عظام تشریف فرما تھے۔ اثنائے میٹنگ ایک سن رسیدہ اور بزرگ صفت عالم دین افتا وقضا پر گفتگو فرما رہے تھے اور بیان کر رہے تھے ''کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جب خلیفۂ وقت نے منصب قضا سونپنا چاہا تو آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اس قابل نہیں، تو خلیفہ نے کہا آپ جھوٹ بول رہے ہیں، آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: اگر میں جھوٹا ہوں تو اس طرح بھی میں منصب قضا کے لائق نہیں، کیوں کہ جھوٹا شخص منصب قضا کے لائق نہیں ہوتا ہے۔''

مفتی صاحب قبلہ محو گفتگو تھے اور حاضرین بغور ان کی بات سماعت کر رہے تھے، میں نے قریب بیٹھے ایک عالم سے پوچھا یہ کون مفتی صاحب ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا یہ حضرت مفتی عبدالغفور رضوی خلیفہ مفتی اعظم ہند ہیں۔ یہ پہلا موقع تھا جب مجھے حضرت کا دیدار اور شرف لقا حاصل ہوا۔

مورخہ ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ۔ ۳/ دسمبر ۲۰۲۳ء بروز یک شنبہ راقم حروف محب محترم حضرت مولانا حافظ محسن رضا سے فون پر بات کر رہا تھا کہ ابتدائے کلام ہی میں انھوں نے یہ جاں کاہ خبر سنائی کہ آج مفتی عبدالغفور صاحب قبلہ کا انتقال ہوگیا، میں یہ خبر سن کر سکتے میں پڑ گیا، پھر واٹس ایپ کھول کر دیکھا تو محب محترم حضرت مولانا مظفر حسین رضوی ڈیہر، استاذ دارالعلوم فیض عام کونہ ونوری نگر کمات کے پوسٹ سے معلوم ہوا کہ حضرت اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے ہیں۔ اس حادثۂ فاجعہ سے پورا علاقہ سوگوار اور ماحول غمناک ہوگیا اور علاقہ اتر دیناج پور ایک علمی اور روحانی شخصیت سے محروم ہوگیا۔

دیار ہند میں جن اکابر علمائے اسلام وحامیان دین متین کو سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے خلافت واجازت سے نوازا ان میں خطۂ بنگال کی ایک نابغۂ روزگار، پروقار اور بلند قامت ہستی حضرت مفتی عبدالغفور علیہ الرحمہ کی بھی ہے۔ حضرت مفتی عبدالغفور صاحب علیہ الرحمہ علم وعمل، فضل وکمال، زہد وورع، اخلاق وکردار، حلم وبردباری، سادگی ومنکسر المزاجی، حق گوئی وبے باکی جیسی صفات سے مزین شخصیت کا نام ہے۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ، پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ، صدر العلماء حضرت علامہ مفتی تحسین رضا علیہ الرحمہ، توصیف ملت حضرت علامہ توصیف رضا صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ اور دیگر اکابرین اہل سنت کے خطۂ بنگال خصوصاً اتر دیناج پور میں جس قدر دورے ہوئے وہ اتر دیناج پور کی دو اہم

شخصیات حضرت علامہ غیاث الدین شیر بنگال اور مفتی عبدالغفور علیہما الرحمہ کی کاوشوں اور انتھک محنتوں کا نتیجہ ہے۔ان ذوات عالیہ کی علمی وروحانی تابشوں سے ضلالت وگمراہی جہالت و بربریت اور وہابیت و دیوبندیت کی تاریکیاں چھٹیں، مسلک اعلیٰ حضرت کا فروغ ہوا، مدارس و مساجد کا قیام عمل میں آیا اور ہزاروں افراد سلسلہ رضویت سے منسلک ہوکر استقامت فی الدین کی راہ پر گامزن ہوئے۔

حضور مفتی عبدالغفور صاحب علیہ الرحمہ ایک وقیع المرتبت بزگ اور جلیل القدر عالم دین تھے ،آپ نے تمام زندگی ،ترویج مسلک اعلی حضرت ،درس تدریس ،ارشاد وہدایت ،احقاق حق ،ابطال باطل اور خدمت خلق کے لیے اپنے شب و روزوقف کردیے، آپ کی ذات علم وعمل کا سنگم ،زہدوورع کا پیکر تھی،اخلاص وللّٰہیت اور تصلب فی الدین آپ کا خاصہ تھا۔فراغت کے بعد ۱۹۷۲ء مطابق ۱۳۹۲ھ سے ۱۹۹۵ء مطابق ۱۴۱۶ھ تک دارالعلوم مظہر اسلام ورضوی دارالافتا محلہ سوداگران بریلی میں درس وتدریس اور فتوی نویسی کا کام انجام دیتے رہے اور ایمر جنسی کے دور میں حکومت وقت کے خلاف سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے نسبندی کے حرام ہونے کا جو تاریخی اور تحقیقی فتوی صادر فرمایا تھا اس فتوے پر آپ نے بھی تائیدی دستخط کیے تھے

آپ کو خانوادۂ رضویہ سے گہری عقیدت تھی ، اپنے مرشد طریقت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے تووہ شیدائی تھے،ان کی ہر علمی مجلس میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ذکر جمیل مشک بار رہاکرتی تھی،ان کے تقویٰ وطہارت کا استقامت فی الدین کو بڑے والہانہ انداز میں بیان فرماتے تھے اور پرانی یادوں کو ذکر کے آبدیدہ ہوجاتے تھے،سادگی وقناعت پسندی میں وہ اپنے مرشد کے نقش قدم پر گامزن تھے، حق گوئی وبے باکی ان وطیرہ تھا اور وہ اس کے لیے مشہور بھی تھے۔

آپ نسل نو کے علما وطلبہ کے مربی تھے ، آپ کے رابطے میں رہنے والے علما وطلبہ کی آپ بہت عمدہ انداز میں تربیت فرماتے تھے ، باتوں باتوں میں خدمت دین پر ابھارتے ، دین وسنیت کے حوالے سے ان کے اندر اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کرتے ، جن کو کوئی نہیں پوچھتا تھا، آپ ان پر بھی نگاہ عنایت فرمایا کرتے تھے ، وہ علما کے اندر پوشیدہ جوہر کو فوراً بھانپ لیا کرتے تھے ، جو جس میدان کے لائق ہوتا ان کی اسی طرح تربیت فرماتے ، بزرگ عالم دین ہو نے کے ناطے ہر طبقے کے لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور آپ حسب ضرورت ہر ایک کو مستفید فرماتے۔

آپ کی عظیم المرتبت شخصیت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپ اردو، عربی ، فارسی ، ہندی اور انگریزی زبان میں بات کرنے پر مکمل طور پر قادر تھے ،علما کے ساتھ ان کے معیار کے مطابق گفتگو فرماتے اور جب کبھی کوئی عام آدمی آپ کی خدمت میں آتا ان کے ساتھ خالص سورجاپوری زبان پر کلام فرماتے ،بڑی میٹھی زبان تھی آپ کی ، بہت نرم لہجے میں بات کرتے ،انداز گفتگو ایسا نپا تلا ہوتا کہ آپ کی محفل ہمیشہ باوقار محسوس ہوتی ، خطابت کم ہی فرماتے ، لیکن جب کبھی لوگوں کا اصرار ہوتا تو باوزن گفتگو ہوتی ، اس کی اثرپذیری کا احساس سبھی کو ہوتا ، آپ کی نصیحتیں بھی دلوں پر اثرانداز ہوتیں ، لوگ بہت خاموشی کے ساتھ سنتے ،اور بڑا رقت انگیز ماحول ہوتا۔

آپ افکار امام احمد رضا کے ناشر ومبلغ تھے ، آپ کی تبلیغ کا انداز بھی نرالا تھا، جہاں ہوتے آپ کا مشن جاری رہتا، ذاتی نشست ہو یا دینی مجالس اپنے انداز میں مخصوص لب ولہجے میں اپنی بات کہہ جاتے ، اور مخاطب آپ کے پیغام پر غور فکر کرنے پر مجبور ہوتا ،آپ وقت اور حالات کے تقاضوں کی رعایت فرماتے ، بہت ساری باتیں ایسی تھیں جنھیں سرمحفل نہیں کہی جاسکتی تھیں، لیکن جب ایسا سامع مل جاتا جو ان باتوں کا متحمل ہوتا تو دل کھول کر باتیں کرتے ،علما کے ساتھ عوام کے برتاؤ پر بھی نالاں رہتے ، علم اور اہل علم کی ناقدری کا بھی آپ کو شکوہ تھا، فرماتے تھے ہمارے علاقے کے علما اپنے علاقے کو چھوڑ کر ملک کے دوسرے علاقوں میں سکونت اختیار کرتے ہیں ، دین کی خدمت کے لیے دوسرے علاقوں کا انتخاب کرتے ہیں، یہ ہمارے یہاں کے لوگوں کی حرماں نصیبی ہے۔

جس طرح ظاہری زندگی میں آپ کی ذات فیض رساں تھی ، آغوش لحد میں روپوش ہوجانے کے بعد بھی آپ کا فیضان جاری رہے گا کیوں کہ اللہ والے مرتے نہیں صرف انتقال مکانی فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے تمام اہل خانہ ، محبین ، موسلین اور تلامذہ کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطافرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ ☆☆☆

عاشق کا جنازہ تھا بڑی دھوم سے نکلا

مولانا مظفر حسین رضوی: دارالعلوم فیض عام کونہ ونوری نگر کمات، اتر دیناج پور بنگال

عالم اسلام کے عظیم مفتی، تاج دار اہل سنت، حضرت علامہ الشاہ مفتی مصطفی رضا خاں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے خرمن علم وعمل کے خوشہ چینوں میں ہمارے دیار کے ایک عظیم المرتبت مفتی، جلیل القدر اور بزرگ عالم، استاذ الاساتذہ خلیفۂ سرکار مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبدالغفور صاحب قبلہ نوراللہ مرقدہ کا نام شامل ہے ۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی فراغت دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف سے ہوئی، وہیں سے درس وتدریس کا آغاز کیا اور یہ سلسلہ ۲۳/ برس تک رہا، اسی دوران رضوی دارالافتاء میں فتوی نویسی کے عظیم منصب پر فائز ہوئے، وہاں سے وطن مالوف لوٹ کر آئے تو علاقے کے مختلف مدارس دارالعلوم رضائے مصطفی شاہ پور، دارالعلوم اشرفیہ عزیز الاسلام ہربھنگہ، الجامعۃ الحفیظیہ سراج العلوم راساکھوا میں تدریسی خدمات انجام دیں اور جب سے علاقہ میں رہنے لگے علاقہ کے جلسوں اور کانفرنسوں کی صدارت اور سرپرستی کی اہم ذمہ داری آپ ہی کو سونپی جاتی اور بڑی ذمے داری کے ساتھ اختتام جلسہ تک اس خدمت جلیل کو بحسن وخوبی انجام دیتے ۔ جلسہ ہو یا کانفرنس یا میلادالنبی کی محفل جس کے لیے آپ کو دعوت دی جاتی خود سائیکل چلا کر یا دوسرے ذرائع سے پہنچتے، جب دارالعلوم رضائے مصطفی شاہ پور بازار میں میرا تقرر ہوا، مجھے حکم فرماتے میلاد میں چلنا ہے، آج فلاں جگہ جلسہ میں جانا ہے، ناچیز بلا چون وچرا حضرت کو بائک پر بٹھا کر چلا جاتا۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ نہ شعلہ نوا مقرر اور ولولہ انگیز خطیب تھے اور نہ ہی تقریر کرنے کے عادی تھے، جب لوگ کافی اصرار کرتے تو کبھی کھڑے ہو کر، کبھی بیٹھے بیٹھے قرآن کی کسی آیت کو پڑھتے اس کا ترجمہ اور اس کی تفسیر کر دیتے، یا کسی حدیث کو پڑھتے ہوئے اس کا ترجمہ کرتے اور مختصر وضاحت کرتے ہوئے سادے انداز میں سامعین کو سمجھا دیتے، اگر چہ بیان مختصر ہوتا مگر جامع ہوتا اور لوگ بڑے غور سے ان کی باتیں سنتے، یہی وجہ تھی کہ جن لوگوں کو ان کی نصیحت آمیز باتوں کو سننے کا موقع ملا ہے اب تک یاد رکھے ہوئے ہیں اور جا بجا اس کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب میں ایک قابل ذکر وصف یہ تھا کہ آپ وقت کے بڑے پابند تھے، ہر کام وقت پر کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے، وقت پر نماز پڑھنا، وقت پر مدرسہ جانا، وقت پر پروگرام میں جانا، وقت پر کھانا کھانا۔ اپنی زندگی کے آخری پڑاؤ میں پہنچنے کے باوجود حقہ، بیڑی، پان اور سیگریٹ کے عادی نہیں ہوئے، صحت اچھی تھی، کبھی کوئی بیماری نہیں لگی، کبھی کبھار نزلہ زکام ہو جاتا تھا، نگاہیں تیز تھیں، عینک کی حاجت نہیں پڑتی۔ حسب معمول اپنی زندگی کے لیل ونہار گزار رہے تھے، اچانک ۲۱/ جولائی ۲۰۲ء کی تاریخ اور دن منگل کا تھا، طبیعت بوجھل محسوس ہوئی، اپنے صاحب زادہ محمد تحسین رضا سے کہا: آج ہماری طبیعت بوجھل سی لگ رہی ہے، اس نے کہا ٹھیک ہے، تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر کے یہاں لے جاؤں گا، یہ کہہ کر وہ کسی کام میں لگ گئے، ادھر حضرت خود شاہ پور کی طرف ڈاکٹر کے یہاں پیدل روانہ ہو گئے، ابھی گاؤں سے کچھ دور چلے ہی تھے کہ چلتے چلتے پاؤں لڑکھڑانے لگے، اتفاقا شاہ پور کی طرف سے پوٹی کے ڈاکٹر سکندر صاحب آتے ہوئے مفتی صاحب کو ایسی حالت میں دیکھا تو رک گئے اور ان کے گھر لے جا کر انجکشن دیا اور کچھ دوائیاں دے کر وہ گھر چلے گئے، ادھر مفتی صاحب کا معاملہ کچھ اور ہو گیا، ایک ہاتھ اور ایک پاؤں منجمد ہو گیا، فوراً جڑی بوٹی سے علاج کرنے والوں کے پاس لے جایا گیا، یہ خبر علمائے کرام اور عوام الناس کو پہنچی تو سب دعائیں کرنے لگے اور علاقہ میں رہنے

والے علما عیادت کے لیے پہنچتے رہتے اور خبر گیری کرتے رہتے، قدرے افاقہ ہوا، جس نے جہاں کے بارے بتایا وہاں سے علاج کرایا گیا، خود چل نہیں پاتے تھے، سہارے سے چلتے تھے، ایسی علالت کے باوجود بھی لوگوں کی خواہش اور ان کے اصرار پر میلاد النبی کی محفلوں، جلسوں اور کانفرنسوں میں پہنچتے تھے، علیل تھے مگر نقاہت وکمزوری نہیں آئی اور نہ ہی ان کی زبان سے مرض کا گلہ اور شکوہ سنا گیا، خبر پوچھنے پر کہتے کہ اللہ کا شکر ہے، ملاقات ہونے پر مسکراتے اور ہنسی کی بات آتی تو ہنستے۔

ادھر کئی مہینوں سے مصروفیات کی بنا پر ملاقات نہیں ہو پاتی تھی، حضرت خود فون لگاتے اور خیریت پوچھتے، زیادہ تر بعد فجر ہی فون لگا دیتے، ہم سمجھ جاتے تھے کہ حضرت ہی نے فون لگایا ہے، کبھی زیادہ دیر تک باتیں ہوتیں، کبھی سلام کرکے خیریت ہی پر اکتفا کرتے، یہ تھا حضرت کی اصاغر نوازی کا وصف اور امتیاز، ورنہ اس دور قحط الرجال میں کس کے اندر ایسے اوصاف جمیلہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ دل مطمئن تھا، ایک اطمینان تھا کہ جیسے بھی ہیں حضرت کی کمی کا احساس نہیں تھا۔

۲؍ دسمبر شنبہ کے دن بہادر گنج علاقہ میں ایک پروگرام میں شرکت کی تیاری میں تھا، دس بج کر چوالیس منٹ پر مولانا نفیس اقبال صاحب مصباحی نے فون پر بتایا کہ مفتی صاحب کی طبیعت سخت ناساز ہوگئی ہے، بول چال نہیں کر رہے ہیں اور کشن گنج ڈاکٹر کے یہاں لے گئے تھے واپس لے کر آرہے ہیں، واٹسپ میں کچھ لکھ کر بھیج دیں، ہم نے دعا کی درخواست کی، بہت سے علمائے کرام نے دعائیں کیں۔ رات کو خبر ملی کہ سلی گوڑی لے گئے ہیں، گیارہ بجے دن دارالعلوم فیض عام پہنچا تو پھر مولانا نفیس اقبال صاحب کا فون آیا اور بتایا کہ وہاں سے بھی واپس لارہے ہیں، آپ جلد آئیے، ابھی اپنی جگہ پر بیٹھے ہی تھے کہ کچھ دیر بعد موبائل کی گھنٹی بجی، فون اٹھایا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک ۹؍ بجے صبح حضرت ہم سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر اس جہاں فانی سے رخصت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، پھر کیا تھا لرزتی انگلیوں سے موبائل کے اسکرین پر جو جملے سمجھ میں آئے لکھ کر اس خبر کو پھیلا دیا۔ چہار جانب آپ کے وصال سے کہرام مچ گیا، علما اور حفاظ کی تعزیتی تحریریں آنے لگیں، محب گرامی مفتی ساجد رضا مصباحی صاحب کو بھی فون پر اطلاع دیا۔

حضرت کی جسد خاکی کی زیارت کے لیے ان کے گھر کی طرف روانہ ہونے لگا تو عزیز القدر محمد تحسین رضا نے کہا کہ ابو کا انتقال ہوگیا، فون ہی پر پوچھا کہ حضرت کی نماز جنازہ کا وقت کیا طے ہوا ہے، جنازہ کی نماز پڑھانے کے لیے کس کا انتخاب ہوا ہے، اور حضرت کی تدفین کہاں عمل میں آئے گی، انھوں نے دو باتوں کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ جنازہ کا وقت مغرب بعد طے کیا گیا ہے، تدفین آبائی قبرستان ہی میں عمل آئے گی، پھر جلدی سے حضرت کے گاؤں ڈبکول پہنچا اور پرنم آنکھوں سے حضرت کے رخ زیبا کی زیارت کی، اس کے بعد جنازہ کے وقت کے بارے معلومات حاصل کی تو معلوم ہوا کہ کل ۹؍ بجے صبح کا وقت طے پایا ہے، مولانا نفیس اقبال صاحب کو تلاش کیا، کسی کے بتانے پر معلوم ہوا کہ قبرستان گئے ہوئے ہیں، وہاں پہنچا تو دیکھا جہاں قبر کھودنی تھی جگہ کی نشان دہی ہوچکی ہے، اس کی مکمل تیاری ہو رہی ہے، ہم نے کہا کہ کسی الگ مقام پر ہونے سے اچھا ہوتا، لوگ ماننے کے لیے تیار نہیں تھے، انہوں نے ہماری بات اَن سنی کردی، اس کے بعد میں نے پوچھا کہ جنازہ کے لیے کس جگہ کا انتخاب ہوا ہے؟ وہاں کے کچھ ذمہ داران نے ہمیں ڈبکول پیٹرول پمپ سے متّصل اسکول کے میدان میں لے گئے اور دکھایا کہ یہ جگہ بہت ہے، ہم نے ان سے کہا: یہ جگہ حضرت کے جنازہ کے لیے ناکافی ہوگی، اس کے بعد گھر چلا گیا، دوبارہ مغرب سے پہلے پھر آیا، پھر زیارت کی دیکھا تو پیشانی سے پسینہ آرہا ہے وہیں کے مولوی نورالامین سلمہ رومال سے بار بار پسینہ پوچھ رہے ہیں۔

کافی غور وخوض کے بعد حضرت کے گھر سے جانب مشرق زمینیں خالی تھیں، وہیں جنازہ ہونا طے پایا تب ہمیں اطمینان ہوا اور جنازے کی امامت کے بارے میں معلوم ہوا کہ مناظر اہل سنت حضرت مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی قبلہ متعیّن ہوئے ہیں، رہ گیا تدفین کا معاملہ اس تعلق سے کافی جدوجہد کی گئی ہماری اور کئی علما کی خواہش تھی کہ الگ جگہ پر حضرت کا مقبرہ ہو تاکہ زائرین زیارت کی غرض سے آئیں اور زیارت کرپائیں، یہ مسئلہ دیر رات تک طے ہوگیا اور معلوم ہوا کہ عالی جناب نورالدین صاحب سابق پردھان نے زمین دی ہے اور تدفین وہیں ہوگی۔

صبح بعد نماز فجر ہی اپنے بچوں کے ساتھ نہا دھوکر اور باضو ہوکر ڈبکول پہنچا تو دیکھا کہ لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، غسل دیا جارہا ہے، تجہیز وتکفین کی تیاری ہورہی ہے، کفن کے تینوں کپڑے بچھا دیے گئے ہیں، میری خواہش تھی کہ حضرت کے جسد خاکی کو میں اٹھاؤں، میری یہ خواہش بھی پوری ہوئی، ماتھے کی طرف میں تھا، کچھ لوگ پاؤں کی طرف ۔ سبحان اللہ جب میں نے بازو کی طرف سے اٹھایا تو ایسا لگ رہا تھا کہ حضرت بقید حیات ہیں، نہ جسم ٹھنڈا ہوا اور نہ ہی سخت ہوا، سر مبارک جس طرف گھمایا جاتا ادھر گھوم جاتا، ہماری زبان سے بے ساختہ یہ جملہ نکلا، حضرت مرے نہیں ہیں، انتقال مکانی ہوا ہے، پھر کفن پہنایا گیا، عمامہ سر پہ لپیٹا گیا، خوشبو لگائی گئی، چہرہ نور سے چمک رہا تھا، ایک مسکراہٹ سی تھی، چند لمحوں میں ایک جنتی دولہا تیار ہوگیا، گھر کی خواتین کو اپنے سرپرست وسائبان کی آخری دیدار کے لیے مردوں سے آنگن خالی کردیا گیا، کھلیان میں عام لوگوں کی زیارت کے لیے اونچی تخت لگائی گئی تھی، جسد خاکی کو اس پر رکھا گیا، زائرین کا تانتا لگا ہوا تھا، پہلے عورتوں کو زیارت کا موقع دیا گیا، اس کے بعد مردوں کو۔ تھوڑی دیر میں جنازہ اٹھایا گیا، نعرہائے تکبیر اور نعرہاے رسالت اور صلوۃ و سلام کی دل نواز گونج میں جنازہ گاہ کی طرف لے جایا گیا۔

عاشق کا جنازہ تھا بڑی دھوم سے نکلا

جنازہ گاہ میں ایک جن سیلاب تھا، ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، ہزاروں علما ومشائخ، مفتیان عظام اور عوام الناس نے شرکت کی۔ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ مطابق ۴؍ دسمبر ۲۰۲۳ء بروز پیر بوقت ۹؍ بج کر بیس منٹ پر مناظر اہل سنت حضرت مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی صاحب کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی گئی، آج پہلی بار اتر دیناج پور کے علاقے میں جنازہ کا ایسا منظر دیکھا گیا، اس سے پہلے نہ ایسا دیکھا گیا اور نہ سنا گیا، مجمع کو کنٹرول کرنے لیے پولیس کا دستہ متعین کیا گیا، آگے پیچھے جہاں تک نگاہ پہنچتی لوگوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے، آخری آرام گاہ تک جنازہ لے جایا گیا، اور ساڑھے دس بجے تدفین عمل میں آئی۔ اس طرح علم وفن کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔

ابر رحمت ان کے مرقد پہ گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

صفحہ 27 کا بقیہ

اکابر علما و فقہا کی خدمات کا تذکار جمیل کرتے اسی طرح معاصر بلکہ اصاغر علما بلکہ اپنے باصلاحیت تلامذہ کی خدمات کا بھی انشراح صدر کے ساتھ نہ صرف اعتراف کرتے بلکہ تشجیعی کلمات سے مزید ان کی حوصلہ افزائی کرتے۔ اس نوعیت کے واقعات سے آپ کی کتاب حیات بھری پڑی ہے۔ اتر دیناج پور کے عظیم مرد قلندر، فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی دام ظلہ العالی صاحب تذکرہ حضرت مفتی صاحب قبلہ سے عمر میں تقریباً تیئس سال چھوٹے ہیں مگر اس کے باوجود سنیت کے فروغ واستحکام کے حوالے سے ہمیشہ مفتی صاحب قبلہ کے عظیم اور قابل قدر کارناموں کو سراہتے رہتے، اپنے پر مقدم رکھتے اور دینی وعلمی اور شرعی امور میں مفتی صاحب ہی کو فیصل تسلیم کرتے۔ اسی علاقے کے ایک نام ور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد شعیب عالم قادری نعیمی دام ظلہ کی خدمات کا بھی بڑے شرح صدر کے ساتھ اعتراف کرتے تھے، متعدد بار حضرت مولانا محمد اشتیاق احمد مصباحی صاحب قبلہ کی خطابت سننے کے بعد فرمایا: اہالیان اتر دیناج پور کو اس نوعیت کی خطابت کی ضرورت ہے۔ محب گرامی حضرت مفتی محمد ساجد رضا مصباحی سے ایک بار ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کے کاموں سے قلبی مسرت حاصل ہوتی ہے، سکون ملتا ہے۔ فقیر راقم الحروف سے کئی بار فرمایا کہ آپ کی تقریر سے دل کو سکون ملتا ہے، سننے کی طبیعت چاہتی ہے، ۲۳؍ رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ، شنبہ کے دن فقیر راقم الحروف سے ارشاد فرمایا کہ آپ جیسے حق بولنے والے علما کی ضرورت ہے، اللہ آپ کی حفاظت فرمائے، آپ کی باتوں میں تاثیر ہے، دل میں گھر کر جاتی ہے۔

وفات:

۱۸، جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ ۳، دسمبر ۲۰۲۳ء بروز یک شنبہ صبح ۹/ بجے آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا، نماز جنازہ مناظر اہل سنت، فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی دام ظلہ العالی نے پڑھائی، ہزاروں سوگوار کی موجودگی میں اپنے آبائی قبرستان کے قریب سپرد خاک ہوئے۔

خلیفۂ مفتی اعظم ہند: ارباب علم و دانش کی نظر میں

مولانا محمد مسجد رضا قادری: رکن آئینۂ ہند اکیڈمی، اتر دیناج پور بنگال

خلیفۂ مفتی اعظم ہند، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد عبد الغفور نوری رضوی علیہ الرحمہ جہاں اکابر علما کے معتمد تھے وہیں ان کی شخصیت اصاغر علما کے لیے مشعل ہدایت تھی، آپ طالب علمی کے دور میں ہی اپنے اساتذہ اور احباب و رفقا کے محبوب نظر تھے، جس نے دیکھا آپ کی تعریف کی، جسے رحلت کی خبر ملی، افسردہ ہوا، مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی شخصیت کتنی عظیم اور بابرکت تھی اس کا اندازہ ان کلمات خیر سے لگا سکتے ہیں جو اکابر و اصاغر علما نے ان کے بارے میں فرمائے ہیں، اس مقام پر مناسب ہے کہ ان ارباب علم و دانش کے ارشادات نقل کر دیے جائیں۔ لہٰذا ذیل کے سطور پڑھیں اور مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی عظمت کی جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

علامہ مفتی محمد تحسین رضا علیہ الرحمہ بریلی شریف

خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد عبد الغفور نوری رضوی علیہ الرحمہ، صدر العلما حضرت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، ان کی زیر تربیت کبھی کبھی فتویٰ نویسی کی مشق بھی کرتے تھے، صدر العلما علیہ الرحمہ ۱۹۷۵ء میں بعض وجوہات کی بنا پر دار العلوم مظہر اسلام سے مستعفی ہوئے اور یادگار رضا منظر اسلام میں بحیثیت صدر المدرسین منتخب ہوئے اور ان دنوں خلیفۂ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ درالعلوم مظہر اسلام میں تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے، اس وجہ سے صدر العلما سے ملاقات کا شرف کچھ وقفے سے حاصل ہوتا تھا، ایک دن راستے میں ملاقات ہوئی تو ارشاد فرمایا: عبد الغفور آپ سے بہت کم ملاقات ہو رہی ہے، چاہیں تو ملاقات کثرت سے ہو سکتی ہے۔ ایک جلیل الشان استاذ کا اپنے شاگرد کے لیے یہ جملہ کہنا بلا شبہہ شاگرد کی اقبال مندی اور عز و شرف پر دلیل ہے۔

علامہ توصیف رضا خاں صاحب قبلہ، بریلی شریف

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، پیر طریقت حضرت علامہ توصیف رضا صاحب قبلہ، بریلی شریف خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے خوب متعارف ہیں، ان کے دل میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا بہت احترام ہے، گوال پوکھر، چکلیہ اور کرندیگھی کے جن جلسوں میں تاج السنہ دامت برکاتہم القدسیہ کی شرکت ہوتی تھی مفتی صاحب علیہ الرحمہ بھی اس میں ضرور مدعو ہوتے، آپ کی وفات کی خبر سن کر انہوں نے جو تعزیتی کلمات تحریر فرمائے ان سے اس حقیقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لکھتے ہیں:

> "حضرت مفتی صاحب قبلہ، حضور مفتی اعظم ہند کے قائم کردہ ادارہ دار العلوم مظہر اسلام بی بی جی مسجد بریلی شریف میں کافی عرصے تک درس و تدریس و افتا کا کام انجام دیے، آپ نے بے شمار شاگرد پیدا کیے، بالخصوص سیمانچل اتر دیناج پور میں مسلک اعلیٰ حضرت کی بے لوث خدمت اور اپنی علمی صلاحیتوں سے ایک جہان آباد کیا، حضرت کو مجھ فقیر سے بڑی انسیت تھی، جب بھی ملتے بڑی محبت سے دعائیں دیا کرتے تھے، مکمل سنتوں کا پابند اور اخلاق حسنہ کا پیکر نظر آتے۔"

مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی

خلیفۂ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی دام ظلہ العالی سے عمر میں بڑے تھے

متوطن: ڈیہر، تھانہ: گوال پوکھر، ضلع: اتر دیناج پور

مگر اس کے باوجود ان کے دل میں مفتی صاحب قبلہ کے تئیں از حد احترام تھا، عموماً ہر معاملے میں اپنے پر مقدم رکھتے۔ مفتی صاحب قبلہ کے دل میں بھی خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند کا بڑا احترام تھا، علاقے کی اکثر چھوٹی بڑی محفلوں میں بے پناہ ملاقاتیں رہی ہیں، ان کے شب و روز، لیل و نہار دیکھے، مفتی صاحب قبلہ کی نظر میں خلیفۂ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا کیا مقام تھا، اس کا اندازہ ان کے درج ذیل جملوں سے لگا سکتے ہیں۔

”حضرت علامہ مفتی محمد عبد الغفور رضوی علیہ الرحمہ ایک ذی استعداد فقیہ اور باوقار عالم دین تھے، نہایت منکسر المزاج، خوش خلق، خوب رو، خوش مزاج اور صوم و صلاۃ کے پابند عظیم المرتبت شخص تھے، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی صحبت کیمیا اثر نے موصوف کو کندن بن دیا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات ستودہ صفات میں حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی سیرت مبارکہ کی جھلکیاں نمودار ہوتی تھیں، آپ ایک بلند پایہ مفتی اور ذی استعداد استاذ بلکہ استاذ الاساتذہ ہونے کے ساتھ ساتھ قوم کی فلاح و بہبود، تعمیر و ترقی اور اصلاح حال کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔“

مفتی محمد شعیب عالم قادری نعیمی

علاقے کے معروف عالم حضرت مولانا مفتی محمد شعیب عالم قادری نعیمی نے خلیفہ مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تعلق سے ارشاد فرمایا:

”آپ کی شخصیت ایک علمی و روحانی شخصیت تھی، گوناگوں خوبیوں کے حامل تھے، فہم و ذکاء کے ذخیرہ، زمانہ واحوال زمانہ سے باخبر مفتی، تقویٰ شعار اور صوم و صلاۃ کے پابند، مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے نقیب تھے، حق گوئی و بے باکی اور صلابت سنیت میں یکتا تھے، خوش مزاجی اور نہایت نرم لب و لہجہ میں گفتگو کیا کرتے تھے، بڑے محنتی، جفاکش، منکسر المزاج، اصاغر نواز عالم تھے۔“

مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی

حضرت مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی ایک جلیل القدر عالم دین، و عمدہ واعظ و خطیب اور کئی اہم تصانیف کے مصنف ہیں، سلسلۂ اشرفیہ اور بنگال کی علمی و روحانی تاریخ مرتب فرمانے کا سہرا آپ کے سر ہے۔ ان دنوں مدرسہ منظر اسلام التفات گنج امبیڈکر نگر میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز ہیں، حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے حوالے سے ان کے یہ قیمتی تاثرات اہمیت کے حامل ہیں:

”روح، علم کے ذُروہ کمال پر فائز، جسم، ذرہ خاک پر براجمان، وہ فضل تھا، یہ خاک ساری تھی، دور رس نگاہوں نے اول دیکھا، کوتاہ بیں آنکھوں نے ثانی ملاحظہ کیا، ہر ایک نے اپنے اپنے اعتبار سے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا، سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے شاگرد بنایا، پھر اپنا خلیفہ کر دیا۔ دار العلوم مظہر اسلام بریلی، الجامعۃ الحفیظیہ راساکھوا، مدرسہ اشرفیہ عزیز الاسلام ہر بھنگہ وغیرہ کے اہل کاروں نے مسند حدیث تفویض کر دی، ضلع اتر دیناج پور بنگال کے دکھن پوربی علاقے کے علما و فضلا نے اپنے دینی و مذہبی جلسوں کی صدارت ان کے نام ریزرو کر دی۔“

مولانا اشتیاق احمد مصباحی

جامعہ الزہراء للبنات کے صدر المدرسین عالم ذی وقار حضرت مولانا اشتیاق احمد مصباحی نے فرمایا:

”استاذ الاساتذہ، فقیہ عصر حضرت مفتی محمد عبد الغفور صاحب علیہ الرحمہ مفتی اعظم ہند کے خلیفہ اور تلمیذ ارشد ہیں، تقریباً ۲۳ر سال تک دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی اور رضوی افریقی دار الافتاء بریلی شریف میں تدریس اور فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیے۔ ایک عرصۂ دراز تک اپنے علاقے کے عوام و خواص اور جویان علم و فضل اور طالبان شریعت کو شرع مطہر کے احکام و مسائل سے روشناس فرماتے رہے، خاشع اور صاحب تقویٰ عالم دین تھے، بلاشبہ اس دور میں حضرت کی شخصیت کبریت احمر سے کم نہیں۔“

مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی

حضرت مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی بے مثال محقق اور تجربہ کار مفتی ہیں، کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں، نوری دارالافتا جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی میں فتویٰ نویسی اور مفتیان کرام کی تربیت کے فرائض انجام دیتے ہیں، اپنی سنجیدگی اور اخلاص کے لیے اہل علم کے درمیان معروف ہیں، حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے حوالے سے اپنے قلبی تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی عبد الغفور نور اللہ مرقدہ دینی حمیت، خشیت الٰہی اور استقامت فی الدین کے اعتبار سے حضور مفتی اعظم ہند کے عملی مظہر تھے، حضور مفتی اعظم ہند کی نظر میں ان کا اعتماد اور ان کی استقامت فی الدین کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند نے جب نس بندی کی حرمت پر فتویٰ تحریر فرمایا تو آپ سے بھی تصدیق لی اور حکومت ہند کی طرف سے واویلا مچا، جب بھی آپ اس سے مرعوب نہیں ہوئے اور اپنی تصدیق پر ڈٹے رہے۔"

مفتی محمد ساجد رضا مصباحی

معروف مفتی و صحافی حضرت مولانا مفتی محمد ساجد رضا مصباحی نے مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے بارے میں کچھ اس طرح اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے:

"حضرت مفتی عبد الغفور رضوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرو مرشد کے شیدائی تھے، خانوادۂ رضویہ سے قلبی عقیدت تھی، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے افکار ونظریات کے سچے مبلغ تھے، مسلک اعلیٰ حضرت کے حقیقی پاسبان تھے، وہ بہت خاموشی کے ساتھ اپنے مشن میں لگے رہتے، ڈھنڈورا پیٹنے کے عادی نہیں تھے، آج جب کہ "کام کم اور شور زیادہ" کا سلسلہ چل پڑا ہے، مسلک اعلیٰ حضرت پر عمل ہو یا نہ ہو، لیکن "محافظ مسلک اعلیٰ حضرت" کا لقب اپنے نام کے ساتھ ضرور پسند کرتے ہیں، ایسے حالات میں آپ کی زندگی ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے۔ آپ جب تک باحیات رہے اپنے پیر و مرشد کا گن گاتے رہے، آپ کی محفل میں حضور مفتی اعظم ہند کا ذکر چھڑ جاتا تو چہرے پر تازگی آجاتی، بڑھاپے میں بھی جوانی کا جوش نظر آتا۔"

مولانا محمد شارب ضیا مصباحی

حضرت مولانا محمد شارب ضیا مصباحی ایک ذی استعداد عالم دین، بہترین قلم کار، شان دار خطیب ہیں، انہوں نے خلیفۂ مفتی اعظم ہند کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد عبد الغفور رضوی علیہ الرحمہ ایک باوقار عالم ربانی، کہنہ مشق مفتی، بلند پایہ مدرس، عالی شان اصلاح کار اور دین وسنیت کے عظیم داعی تھے۔ آپ کی مکمل زندگی زہد وورع، خوف وخشیت، تقوی وطہارت اور احتیاط ومآل اندیشی سے آراستہ تھی۔ آپ کے احوال وافعال شریعت طاہرہ اور سنن ظاہرہ کے موافق ہوتے۔ زندگی کا لمحہ لمحہ آپ نے شریعت وطریقت اور اسلاف کے اخلاق وکردار کی روشنی میں گزاری۔ ایک عالم ربانی کے اندر جن اوصاف وکمالات کی موجودگی درکار ہے تقریبا وہ تمام اوصاف حمیدہ اور خصائل عظیمہ آپ کے اندر موجود تھے۔"

مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی

حضرت مولانا مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی اتر دیناج پور کے نوجوان علما میں امتیازی شناخت رکھتے ہیں، محقق ومصنف بھی ہیں اور بے مثال خطیب بھی، ہندوستان کی ایک عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم غریب نواز الہ آباد میں فقہ وحدیث کے استاذ ہیں۔ آپ نے خلیفہ مفتی اعظم ہند کی وفات پر کچھ اس طرح تعزیتی کلمات تحریر فرمائے۔ لکھتے ہیں:

"اہل سنت وجماعت کے بلند پایہ عالم، چمنستان فقہ وافتا کے گل خوش رنگ، مفتی اعظم ہند کے فیض یافتہ وخلیفہ، فقیہ عصر عالم باعمل حضرت علامہ مفتی محمد عبد الغفور صاحب نوری رضوی علیہ الرحمہ کی رحلت سے علمی وفقہی دنیا میں جو انخلاء پیدا ہوا ہے باقی صفحہ 67 پر

اشک باریاں

گلستان رضویت کا گل مشک بار چلا گیا

خلیفۂ مفتی اعظم ھند کی رحلت پر ارباب علم و دانش کی تعزیتی و تاثراتی تحریریں

ترتیب و پیش کش: مولانا شفیق احمد مصباحی: استاذ دارالعلوم غریب نواز داہو گنج، منی پٹی، کشی نگر یوپی

خلیفۂ مفتی اعظم ہند، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی عبد الغفور رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [۱۹۴۵ء-۲۰۲۳ء] اتر دیناج پور بنگال کے بزرگ عالم دین تھے ۔ انھیں تمام حلقوں میں یکساں مقبولیت حاصل تھی۔ ۱۸ر جمادی الاولی ۱۴۴۵ھ مطابق ۳ر دسمبر ۲۰۳۲ء بروز اتوار آپ کا وصال پر ملال ہو گیا، آپ کی رحلت سے اتر دیناج کی علمی فضا سوگوار ہو گئی، ہر طبقے کے افراد نے ان کی جدائی کا غم محسوس کیا۔ سیکڑوں افراد نے ان کے لیے تعزیتی تحریریں لکھیں اور سوشل میڈیا پر اپنے غم کا اظہار کیا، ہزاروں افرد نے ان کے جنازے میں شرکت کی، جنازے میں اس قدر کثیر مجمع علاقے کے لوگوں نے پہلی بار دیکھا۔ ہم اس خصوصی شمارے چند تعزیتی و تاثراتی تحریں شامل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ **محمد ساجد رضا مصباحی**

حضرت مفتی عبد الغفور رضوی اخلاق حسنہ کے پیکر تھے

شیخ طریقت حضرت علامہ توصیف رضا خان صاحب، آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

گلستان علم و ادب کا ایک اور پھول نہ رہا یعنی سیمانچل اتر دیناج پور کی عظیم روحانی عبقری شخصیت، عالم ربانی، استاذ العلما، حضرت علامہ مفتی عبد الغفور رضوی، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند کی رحلت دنیاے اہل سنت کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے، حضرت مفتی صاحب قبلہ نے حضور مفتی اعظم ہند کے قائم کردہ ادارہ، دارالعلوم مظہر اسلام بی بی جی مسجد بریلی شریف میں کافی عرصے تک درس و تدریس و افتا کا کام انجام دیا، آپ نے بے شمار شاگرد پیدا کیے، بالخصوص سیمانچل اتر دیناج پور میں مسلک اعلی حضرت کی بے لوث خدمت اور اپنی علمی صلاحیتوں سے ایک جہان آباد کیا، حضرت کو مجھ فقیر سے بڑی انسیت تھی، جب بھی ملتے، بڑی محبت سے دعائیں دیا کرتے تھے۔ مکمل سنتوں کے پابند اور اخلاق حسنہ کے پیکر نظر آتے۔

میں دعا کرتا ہوں مولا کریم علامہ مفتی صاحب کی تمام تر محنتوں کو قبول و مقبول فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے پس

ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فقیر قادری محمد توصیف رضا خان غفرلہ
مرکز اہل سنت بریلی شریف

اسلاف سے وابستگی زندگی کی علامت ہے

مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی: بانی جامعہ نوریہ شام پور، اتر دیناج پور، بنگال

محترم مولانا ساجد رضا و عسجد رضا صاحبان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!!

نہایت خوش بخت و خوش نصیب ہیں آپ لوگ کہ خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، محب محترم حضرت مفتی عبد الغفور علیہا الرحمہ کے حالات وکوائف اور علم وفضل سے آنے والی نسل کو واقف کرانے اور ان سے وابستگی کی ڈور کو مستحکم رکھنے کے لیے "سہ ماہی پیغام مصطفےٰ" کا خصوصی نمبر شائع کرنے جا رہے ہیں۔

جو لوگ اپنے آپ کو اسلاف سے وابستہ و پیوستہ نہیں رکھتے ہیں ان کی حالت اس پتنگ کی طرح ہوتی ہے، جس کی ڈور ٹوٹ چکی ہو، یا اس بلب کی طرح ہوتی ہے، جس کا تار فیوز ہو چکا ہو۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں حضرت عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت تو نظر سے گزری ہوگی:

فلو قدر ان اهل دور تعدوا من فوقهم الی الدور الذی قبله لانقطعت وصلتهم بالشارع ولم یهتدوا الایضاح مشکل ولا لتفصیل مجمل وتامل یا اخی! لولا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فصل بشریعته ما اجمل فی القرآن لبقی القرآن علی اجماله کما ان المجتهدین لو لم یفصلو ما اجمل فی السنة لبقیت السنة علی اجمالها وهکذا الی عصر ناهذا۔

کسی زمانے والے اپنے پہلے زمانے والوں سے اپنا رشتہ منقطع کرلیں گے، ان کا سلسلہ شارع علیہ السلام ہی سے منقطع ہو جائے گا۔ وہ کسی مشکل کی ایضاح اور مجمل کی تفصیل نہیں کر سکیں گے۔ بھائیو غور کرو! اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کے مجملات کی تفصیل نہیں فرمادی ہوتی تو قرآن حکیم مجمل ہی نارہ جاتا۔ اسی طرح مجتہدین کرام نے سنت کے مجملات کی تفصیل نہیں فرمادی ہوتی، تو سنت بھی مجمل ہی نارہ جاتی، پس اگر آج ہم اپنے گزرے ہوئے علما وفقہا سے بے نیازی دکھائیں اور ان کے کارناموں کو یاد کرنے کا سامان فراہم نہ کریں تو ہمارا سلسلہ بھی شارع علیہ السلام سے کٹ کر رہ جائے گا۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ صاحبان کو ہزار ہا تہنیت و تبریک پیش کر رہا ہوں۔ والسلام

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہ

حضرت مفتی عبد الغفور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے نقیب تھے

مفتی محمد شعیب عالم نعیمی: شیخ الحدیث یادگار حبیب، الہ آباد یوپی

آج مورخہ ۱۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ مطابق ۳؍ دسمبر ۲۰۲۳ء بروز اتوار میں اپنی درس گاہ میں درس و تدریس میں مصروف تھا۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے بڑے صاحب زادے عزیزی القدر تحسین رضا سلمہ نے بذریعہ موبائل یہ اندوہ ناک خبر سنائی کہ میرے والد گرامی اب اس دنیا میں نہ رہے۔ إنا لِلّٰہ و إنّا إلیہ راجعون۔ یہ خبر دنیائے سنیت کے لیے کافی غم ناک ہے، موصوف کی رحلت سے اہل سنت و جماعت کا جو خسارہ ہوا ہے وہ ناقابل تلافی ہے، بلا شبہہ علمی و روحانی دنیا میں یہ ایک عظیم خلا ہے جس کا پر ہونا مستقبل قریب میں نظر نہیں آتا۔

شہنشاہ مسند درس و تدریس حضور مفتی اعظم ہند کے تربیت یافتہ تلمیذ اور سنی علما کونسل کے رکن خاص و روح رواں حضرت علامہ مفتی عبد الغفور علیہ الرحمہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ کی شخصیت ایک علمی و روحانی شخصیت تھی، حضرت مفتی صاحب گوناگوں خوبیوں کے حامل تھے۔ زمانہ و احوال زمانہ سے باخبر مفتی، تقویٰ شعار اور صوم و صلاۃ کے پابند، مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے نقیب تھے، حق گوئی و بے باکی اور صلابت سنیت میں یکتا تھے، خوش مزاجی اور نہایت نرم لب و لہجہ میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ بڑے محنتی جفاکش منکسر المزاج اصاغر نواز عالم تھے، اتر دیناج پور کی معروف و مشہور تنظیم ''سنی علما کونسل اتر دیناج پور'' کی داغ بیل ڈالنے اور اسے مضبوط و مستحکم بنانے میں آپ کا اہم اور نمایاں کردار رہا ہے، آپ نے اپنی زندگی کا کافی عرصہ مرکز عقیدت بریلی شریف میں گزارا، مرکزی دار الافتاء بریلی شریف کے ممتاز مفتی اور دار العلوم مظہر اسلام کے لاجواب اور لائق و فائق استاذ تھے۔

تقریباً ۲۳؍ سال مرکز عقیدت بریلی شریف میں رہ کر دینی و علمی خدمات انجام دیں، مرکز عقیدت بریلی شریف سے وطن لوٹے تو علاقہ کے مختلف اداروں میں رہ کر درس و تدریس کا کام بحسن انجام دیتے رہے، آپ کی درس گاہ سے سینکڑوں علما پیدا ہوئے، آپ کی ذات بابرکات سے پورا ہندوستان عموماً اور ضلع اتر دیناج پور خصوصاً خوب خوب مالا مال ہوا۔

آسمان علم و حکمت کے اس آفتاب نے علاقہ کے مرکزی ادارہ الجامعۃ الحفیظیہ راسا کھوا بازار میں رہ کر کئی سال تک تشنگان علوم کو علم و حکمت کے جام شیریں سے سیراب فرمایا، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و تقویت اور ''سنی علما کونسل'' کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لیے جو خدمات آپ نے انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔

کونسل کے فروغ کے لیے ہمیشہ مستحکم قوت بن کر کھڑے رہے، جب جہاں میٹنگ ہوتی بروقت پہنچ جاتے اور مفید مشوروں سے نوازتے، آج دنیائے سنیت کے لیے بڑے ہی قلق اور قلبی اضطراب کی بات ہے کہ آپ نہ رہے، مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کے ذریعہ کی گئی علمی و روحانی اور دین و سنیت کی ہر خدمت کو قبول فرما کر رحمت و مغفرت سے نواز کر ان کے درجات کو بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت مفتی عبدالغفور رضوی کئی اداروں کے شیخ الحدیث رہے

مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی، پرنسپل جامعہ منظر اسلام التفات گنج، امبیڈکر نگر یوپی

روح، علم کے ذُروہِ کمال پر فائز، جسم، ذرہ خاک پر براجمان، وہ فضل تھا، یہ خاک ساری تھی، دور رس نگاہوں نے اول دیکھا، کوتاہ بیں آنکھوں نے ثانی ملاحظہ کیا، ہر ایک نے اپنے اپنے اعتبار سے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے شاگرد بنایا، پھر اپنا خلیفہ کر دیا، دار العلوم مظہر اسلام بریلی، دار العلوم حفیظیہ راساکھوا، مدرسہ عزیز الاسلام ہربھنگہ وغیرہ کے اہل کاروں نے مسند حدیث تفویض کر دی۔ ضلع اتر دیناج پور بنگال کے دکھن پوربی علاقے کے علما و فضلا نے اپنے دینی و مذہبی جلسوں کی صدارت ان کے نام ریزرو کر دی، کوتاہ بینوں نے انہیں سماج کے ایک مولوی کی طرح دیکھا، مگر ان سے فائدہ اٹھانے میں وہ بھی پیچھے نہیں رہے، اپنی پریشانیوں، مصیبتوں اور آزمائشوں میں ان کا سہارا لیا، ان کی دعاؤں کو حرز جاں بنایا، ان کے دست و پا کے بوسوں کو عزو شرف جانا۔ یہ ذات بابرکت خلیفہ مفتی اعظم ہند علامہ و مولانا عبدالغفور صاحب علیہ الرحمہ کی تھی، مجھ مشت خاک کی حیات مستعار میں چار ملاقاتیں ان کی یادگار ہیں۔ ان کے نرم و نازک ہاتھوں اور بخاری و مسلم کے اوراق پلٹنے والی انگلیوں کی لمس سر پہ آج بھی محسوس ہو رہی ہے. طاب الله ثراه و جعل الجنة مثواه.

حضرت علامہ مفتی عبدالغفور نوراللہ مرقدہ حضور مفتی اعظم ہند کے مظہر تھے

مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی: نوری دارالافتا، جامع مسجد کوٹر گیٹ، بھیونڈی، مہاراشٹر

خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبدالغفور نوراللہ مرقدہ کی رحلت امت مسلمہ کے لیے عموماً اور فقہاے امت کے لیے خصوصاً عظیم خسارہ ہے۔ وہ اسلاف کی یادگار اور اکابر واصاغر کے پیشوا تھے، میری حرماں نصیبی ہے کہ ممدوح گرامی سے نہ میری ملاقات رہی اور نہ ہی باقاعدہ متعارف رہا، مگر جب سہ ماہی "پیغام مصطفی" اتر دیناج پور آپ کی سرپرستی میں نکلنے لگا تو محب گرامی مولانا محمد عسجد رضا قادری زید حبہ گاہے بگاہے ممدوح گرامی کی سادگی، تفقہ فی الدین، علم وعمل اور فضل وکمال کا ذکر کرتے رہتے، جس سے میں غائبانہ طور پر مانوس ہو گیا تھا، پھر جب یہ معلوم ہوا کہ آپ حضور مفتی اعظم ہند کے تلمیذ و خلیفہ ہیں تو آپ کی وقعت وعظمت میری نظر میں اور بڑھ گئی کیوں کہ حضور مفتی اعظم ہند خلافت واجازت سے اس وقت تک کسی کو سرفراز نہیں فرماتے جب تک وہ ان کی نظر میں معتبر و معتمد نہیں ہوتے۔

خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی عبدالغفور نور اللہ مرقدہ دینی حمیت، خشیت الٰہی اور استقامت فی الدین کے اعتبار سے حضور مفتی اعظم ہند کے عملی مظہر تھے، حضور مفتی اعظم ہند کی نظر میں ان کا اعتماد اور ان کی استقامت فی الدین کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند نے جب نس بندی کی حرمت پر فتوی تحریر فرمایا تو آپ سے بھی تصدیق لی اور حکومت ہند کی طرف سے واویلا مچا، جب بھی آپ اس سے مرعوب نہیں ہوئے اور اپنی تصدیق پر ڈٹے رہے۔

چناں چہ مفتی اعظم اور ان کے خلفاص: ۲۳۷ میں ہے:

"سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی کے ذریعہ نافذ کی گئی ایمرجنسی کے موقع پر، حکومت نے نس بندی کرانے کو ضروری قرار دیا تھا، اس پر حضور مفتی اعظم نے نسبندی کے حرام ہونے کا فتوی صادر فرمایا۔ اس تاریخی فتویٰ پر مولانا عبد الغفور نے بھی تصدیقی دستخط کیے تھے، اس وجہ سے ضلع ادھیکاری کی طرف سے آپ کو شوکاش نوٹس بھیجا گیا، مگر حضور مفتی اعظم نے فتویٰ کا حکم تبدیل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے "دار الافتاء" کے مفتیان کرام کو نوٹس بھیجے گئے۔ مگر یہ حضرات جبل استقامت بنے رہے اور شریعت اسلامیہ کی حفاظت فرمائی۔ آپ ان ایام میں رضوی دار الافتاء میں بحیثیت مفتی خدمت افتا انجام دے رہے تھے۔"

عام طور پر علما و فقہا کی قدر و منزلت اہل علم کرتے ہیں اور عوام ناآشنا ہوتی ہے، مگر حضرت مفتی عبد الغفور صاحب ایسے عالم ربانی تھے کہ عوام و خواص ہر ایک کی نظر میں یکساں مقبول و محترم تھے، میرے اس دعویٰ کی دلیل نماز جنازہ میں ہزاروں افراد کی شرکت سے حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی عبد الغفور نور اللہ مرقدہ کی سیرت و سوانح سے متعلق آپ کے عرس چہلم کے موقع پر سہ ماہی پیغام مصطفی دیناج پور کا خصوصی شمارہ نکلنے جا رہا ہے۔ قابل مبارکباد ہیں محب محترم حضرت مفتی ساجد رضا مصباحی صاحب اور پوری ادارتی ٹیم کہ سہ ماہی پیغام مصطفی دیناج پور اپنے محسن کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے خصوصی شمارہ نکالنے کا عزم کیا۔ اللہ تعالیٰ خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بے حساب مغفرت فرما کر اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ قلم کاروں اور معاونین کو بہتر صلہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت مفتی عبد الغفور رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسلاف کی یادگار تھے

محمد ساجد رضا مصباحی: استاذ دار العلوم غریب نواز داہوگنج، منی پٹی، کشی نگر، یوپی

آج مورخہ ۱۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ / ۳؍ دسمبر ۲۰۲۳ء بروز یک شنبہ یہ جاں گسل خبر ملی کہ اتر دیناج پور کے بزرگ عالم دین، خلیفۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبد الغفور رضوی کا وصال پُر ملال ہو گیا۔ آپ کی رحلت سے اتر دیناج پور میں علم و ادب کے ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا۔ آپ ہمارے دیار میں حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی یادگار اور براہ راست فیض یافتہ و دست گرفتہ تھے۔ آپ اپنے اخلاق و کردار، علم و عمل، اخلاص و للّٰہیت، سادگی و منکسر المزاجی، غیرت و حمیت، حق گوئی و بے باکی میں اپنے اسلاف کے عکس جمیل تھے۔ ایک زمانے تک آپ نے حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بافیض صحبت پائی اور بریلی شریف میں ان ہی کے ادارے درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ آپ نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج اور فکر رضا کی تبلیغ و اشاعت میں گزارا۔

ادھر ایک عرصے سے آپ اپنے وطن ہی میں قیام پذیر تھے اور علاقے کے مختلف اداروں میں درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ آپ کی ذات اس علاقے میں مرجع کی حیثیت رکھتی تھی، لوگ مختلف مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ بڑی سادگی کے ساتھ ان کے مسائل حل فرماتے۔ بڑی علمی شخصیت اور عظیم نسبت کے باوجود آپ کے اندر نہ تو کوئی کرّ و فر تھا اور نہ کوئی فخر و غرور۔ آپ کی زندگی انتہائی سادہ اور تکلفات سے دور تھی، شہرت و ناموری کے بھی کبھی خواہاں نہیں رہے، یہی وجہ ہے کہ لوگ آپ کو چھوٹی چھوٹی محفلوں میں بلاتے اور آپ بغیر کسی ناگواری کے تشریف لے جاتے۔

آپ کا ایک عظیم وصف یہ تھا کہ آپ اصاغر نواز تھے، دینی خدمات انجام دینے والے علما کی ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے، دعائیں دیتے، مشورے عطا فرماتے اور مستقبل میں مزید خدمات انجام دینے کے لیے ابھارتے۔ آج جب کہ ناقدری کا دور ہے، ہر طرف منفی فکر وخیال کا بسیرا ہے، ایسے میں جس طرح مثبت سوچ اور اعلیٰ بصیرت کا آپ مظاہرہ فرمایا کرتے تھے اس کی مثال مجھے کم ہی نظر آتی ہے۔

حضرت علامہ مفتی عبد الغفور رضوی نور اللہ مرقدہ ''سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور'' کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ ان کے اہم مشورے اور قیمتی دعائیں ہمیشہ رسالے کو اونچائی تک لے جانے میں مشعل راہ ثابت ہوئیں۔ انہی کی سرپرستی میں رسالے نے اپنا پانچ سالہ سفر طے کیا اور قارئین کا ایک اہم حلقہ بنانے میں کامیاب ہوا۔ آج سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کے جملہ ارکان اپنے سرپرست اعلیٰ کی رحلت پر غم زدہ ہیں اور اپنے آپ کو بے سہارا محسوس کر رہے ہیں، لیکن قضاے الٰہی پر ہم سب راضی ہیں کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا:۔اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ. [بخاری ومسلم]

یقیناً حضرت مفتی صاحب قبلہ کی رحلت ان کے اہل خانہ، محبین و متوسلین اور تلامذہ کے لیے بڑی مصیبت ہے، ہم جملہ ارکان سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور آپ کے غم میں شریک ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین.

آسمان فقہ وافتا کے مہ کامل روپوش

مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی: استاذ فقہ وحدیث دارالعلوم غریب نواز الہ آباد

زمیں کی رونق چلی گئی ہے، افق پہ مہر مبیں نہیں ہے
تری جدائی سے، جانے والے وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے

آج مورخہ ۱۸؍ جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۴۵ھ/۳؍ دسمبر ۲۰۲۳ء بروز یک شنبہ فقیر راقم الحروف تدریس میں مشغول تھا کہ اچانک عزیزی محمد تحسین رضا سلمہ کا فون آیا اور بڑی تھرتھراتی آواز میں سلام کے بعد کہا کہ حضرت! والد صاحب نہیں رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اِنَّ لِلّٰہِ مَا أَخَذَ، وَلَہٗ مَا أَعْطٰی، وَکُلُّ شَيْءٍ عِنْدَہٗ إِلٰی أَجَلٍ مُسَمًّی۔

اہل سنت وجماعت کے بلند پایہ عالم، چمنستان فقہ وافتا کے گل خوش رنگ، مفتی اعظم ہند کے فیض یافتہ وخلیفہ، فقیہ عصر عالم باعمل حضرت علامہ مفتی محمد عبد الغفور صاحب نوری رضوی علیہ الرحمہ کی رحلت سے علمی وفقہی دنیا میں جو انخلا پیدا ہوا ہے، بظاہر اس کا پُر ہونا مشکل نظر آرہا ہے۔ حضرت والا تبار گوناگوں اوصاف وکمالات کے حامل تھے، اسلاف اور بزرگان دین کے عکس جمیل تھے، علم کے ساتھ عمل، فقہ کے ساتھ تدبیر، رفعت شان اور بلندی مقام کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کا ٹوٹتا ہوا رشتہ جہاں بہت مستحکم نظر آتا ہے وہ حضرت کی ذات ستودہ صفات تھی۔ حرص وطمع، کبر ونخوت، شہرت ونام وری، دنیا طلبی، حب جاہ وحشم سے کوسوں دور تھے۔ بے نفس تھے، ظاہر وباطن میں یکسانیت تھی وہ جس قدر سفید اور شفاف لباس زیب تن فرماتے تھے اس سے کہیں زیادہ باطن میں اجالا تھا۔ خانوادۂ رضا خصوصاً مفتی اعظم ہند کے شیدائی تھے۔ اتر دیناج پور بالخصوص علاقہ گوال پوکھر، چکلیہ اور کرن دیگھی کے لیے آپ کی حیثیت کبریت احمر کی تھی، آپ کے داغ مفارقت سے یہاں کے عوام وخواص نہ صرف ایک عظیم مفتی بلکہ ایک صدر نشیں عالم دین، میر محفل، مخلص مصلح اور عظیم سرپرست سے محروم ہوگئے۔

اس پر فتن و پُر آشوب دور میں معاصرین میں چشمک اور اصاغر کی بے اعتنائی عام بات ہوگئی ہے، مگر بحمدہ تعالیٰ حضرت کی شخصیت اس سے مکمل پاک وصاف تھی، آپ کا سب سے نمایاں وصف اصاغر نوازی بھی ہے۔ تشجیع کے روشن اور پاکیزہ کلمات سے منجمد ذہنوں میں بھی دین کے تئیں کچھ کر گزرنے کا حوصلہ عطا فرما دیتے۔ دین متین کی خدمت گزار علما و فقہا اور اصحاب قرطاس و قلم کو سینے سے لگاتے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ نے دار العلوم رضائے مصطفیٰ شاہ پور بازار میں قرآن حکیم کا ناظرہ مکمل فرمایا، فارسی کی ابتدائی اور متوسط تعلیم دار العلوم جان رحمت چکنی میں حاصل کی، دار العلوم اسلامیہ عارفیہ، مشیر گنج چپّا منا، کشن گنج بہار میں حضرت علامہ قاری نصیر الدین علیہ الرحمہ سے، جامعہ عربیہ سلطان پور میں امام علم و فن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ سے بڑی عرق ریزی اور جاں فشانی کے ساتھ اکتساب فیض کیے، دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی، بریلی شریف سے ۱۹۷۲ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

۱۹۷۲ء تا ۱۹۹۵ء یعنی کامل ۲۳، سال تک دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی، بریلی شریف میں بڑے کرو فر اور تزک واحتشام کے ساتھ تدریسی فرائض انجام دیے اور اس دوران تسلسل کے ساتھ رضوی دار الافتاء محلہ سوداگران بریلی شریف میں فتویٰ نویسی کی ذمہ داری بھی بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دی۔ نس بندی کے عدم جواز سے متعلق تحقیقی فتوے میں جن علما و فقہا کے تائیدی دست خط موجود تھے، ان میں حضرت مفتی صاحب قبلہ کا نام بھی شامل ہے۔ دار العلوم رضائے مصطفیٰ شاہ پور بازار، دار العلوم اشرفیہ عزیز الاسلام ہر بھنگہ ،جامعہ حفیظیہ سراج العلوم راساکھوا بازار، مدرسہ شمس العلوم للبنات صالحان ناظر پور میں مسند تدریس و افتا کو زینت بخشی اور طالبان علوم نبوت کی علمی تشنگی بجھائی۔

آج مورخہ ۱۸ر جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۴۵ھ/۳ر دسمبر ۲۰۲۳ء بروز یک شنبہ ایک طویل علالت کے بعد ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے ۔اِنَّا لِلہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ انھی کلمات کے ساتھ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی اولاد واحفاد، پس ماندگان، تلامذہ، متعلقین و متوسلین کو تعزیت پیش کرتا ہوں۔ اور دعاگو ہوں کہ رب قدیر ان کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے، فردوس مکیں بنائے، پس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ قائد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تقویٰ وطہارت کا اختر تابندہ روپوش

مولانا مجاہد الاسلام رضوی: بانی جامعہ نوریہ گلشن زہراء سبرام پو، اتر دیناج پور

آج مورخہ ۱۸/جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۴۵ھ/۳، دسمبر ۲۰۲۳ء بروز یک شنبہ یہ جاں گسل خبر موصول ہوئی کہ خلیفۂ مفتی اعظم ہند، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی عبد الغفور نوری رضوی علیہ الرحمہ داعی اجل کو لبیک کہے۔ اِنَّا لِلہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ نہ صرف ایک شان دار عالم دین اور عظیم مفتی تھے بلکہ تقویٰ وطہارت اور صفائے باطن میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے خصوصی فیض یافتہ تھے، وہ مجمع البحرین تھے، ظاہری علوم کے شمامۂ عنبر ہونے کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کے عکس جمیل تھے، عاجزی و انکساری ان کی فطرت سلیمہ میں تھی، ایک عرصۂ دراز تک دار العلوم مظہر اسلام بی بی جی مسجد میں طالبان علوم نبوت کی تشنگی بجھائی، اپنے علاقے کے اکثر دینی جلسوں کے صدر نشیں رہے، فقیر راقم الحروف سے از حد محبت فرماتے، دعائیں دیتے اور اچھے کاموں کی توقع رکھتے۔ جامعہ نوریہ گلشن زہراء، سبرام پور میں متعدّد بار ممتحن کی حیثیت سے آپ کی تشریف آوری ہوئی، ادارے کی تعلیمی اور تعمیری عروج و ارتقا کو دیکھ کر دل سے دعائیں دیتے۔ آج وہ ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے، دعاگو ہوں کہ رب قدیر ان کی مرقد انور پر انوار و تجلیات کی مطر غزیر نازل فرمائے، درجات میں بلندی عطا کرے اور ہم سب پر ان کا فیضان جاری رکھے۔ آمین بجاہ قائد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ایسی شخصیتیں برسوں میں پیدا ہوتی ہیں

مولانا محمد شکیل انور مصباحی: نوری نگر کمات، اتر دیناج پور بنگال

۱۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ /۳ر دسمبر ۲۰۲۳ء بروز یک شنبہ اتر دیناج پور بنگال کے بزرگ عالم دین، خلیفۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبدالغفور رضوی [نور اللہ مرقدہ] کا وصال ہو گیا۔ آپ کے ایصال ثواب کے لیے ہمارے ادارہ دارالعلوم محمود الاسلام پر بھاس پاٹن ضلع گیر سومناتھ گجرات میں قرآن خوانی و دعا کا اہتمام کیا گیا جس میں دارالعلوم کے مختلف شعبوں کے اساتذہ وطلبہ نے شرکت فرمائی۔

یقیناً حضرت مفتی عبدالغفور صاحب قبلہ ہمارے علاقے میں مرجع خلائق عالم دین تھے جو اپنی سادگی اور دین داری کے حوالے سے ایک امتیازی شناخت رکھتے تھے۔ آپ متصلب فی الدین اور دینی معاملات میں انتہائی مخلص اور بے لوث تھے۔ عظیم علمی مقام و مرتبے کے باوجود بہت سادہ زندگی گزارتے تھے، ہر عام و خاص کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے اور دعاؤں سے نوازتے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ نے تاج دار اہل سنت، مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ الشاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے فیض یافتہ تھے اور ان سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے، انھوں نے ایک عرصے تک دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں تدریس اور فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دی تھیں۔ وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے محافظ و پاسبان تھے۔ علاقے کے اکثر جلسوں کی صدارت و سرپرستی کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے۔ وہ چاہتے تو ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوتی اور پر تعیش زندگی گزارتے، لیکن انھوں نے دنیا کے اسباب عیش و آرام سے کنارہ کشی اختیار کی اور سادہ زندگی گزارنا پسند کیا۔

۲۴ر شوال المکرم ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۶ر مئی ۲۰۲۲ء کو ہمارے یہاں نوری نگر کمات، اتر دیناج پور بنگال میں جامعہ ام الخیر للبنات کے جلسۂ سنگ بنیاد کے موقع پر میں نے حضرت کی خدمت میں شرکت کی دعوت پیش کی، حضرت نے بخوشی دعوت قبول فرمائی، پروگرام میں تشریف لائے، ان کے مبارک ہاتھوں سے سنگ بنیاد رکھا گیا، اس موقع پر حضرت نے اس اقدام کو سراہتے ہوئے دعاؤں سے نوازا۔

آج ان کی رحلت سے علاقہ سوگوار ہے، یہ حقیقت ہے کہ ایسے عالم برسوں میں پیدا ہوتے ہیں، قحط الرجال کے اس دور میں آپ کی شخصیت اہل ایمان کے لیے ایک بڑی نعمت تھی۔ آپ کا وصال ملت اسلامیہ خصوصاً اس علاقے کا بڑا علمی و دینی خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

حضرت مفتی عبد الغفور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صبر و رضا کے پیکر تھے

مولانا احمد رضا قادری: استاذ دار العلوم افضل المدارس، کریلا باغ، الہ آباد

یہ بزم ہستی گزر گاہ حیات ہے، روزانہ انسانی قافلوں کے اترنے اور پھر یہاں سے کوچ کر جانے کا معمول ہے، اور ہزاروں افراد بشر کا اپنی مقرر زندگی مکمل کرنے کے بعد سفر آخرت پر چلا جانا حیات انسانی کا لازمی حصہ ہے۔ آنا اور جانا دنیا کی ریت ہے، مگر جانے والوں میں اکثر ایسے ہوتے ہیں جو جاتے ہی لوگوں کے ذہنوں سے محو ہو جاتے ہیں، اور ان کا کوئی نشان صفحۂ ہستی پر باقی نہیں رہتا۔ مگر کچھ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو اپنی عظمت کردار اور فکر و عمل سے ایک جہاں آباد کیے ہوئے ہوتے ہیں، وہ اپنے عظیم اوصاف و کمالات نیز بیش بہا علمی و روحانی وجود سے اپنے قدر دانوں کا ایک وسیع حلقہ رکھتے ہیں۔ اور اس حلقۂ اثر میں سراپا متحرک اور فعال بن کر علوم و فنون کی موشگافیوں سے تشنگان علوم کی علمی تشنگی کو بجھاتے ہیں۔ ایسی ہی بلند کردار ہستیوں میں ایک برگزیدہ شخصیت استاذ الاساتذہ خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد عبد الغفور صاحب رضوی کی ذات بابرکت ہے، وہ اپنے زمانے کے متبحر عالم، بلند پایہ مدرس اور کہنہ مشق مفتی تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین اور اشاعت علم کے لیے وقف تھا، اور بے لوث علمی و فکری اور دینی کارنامے انجام دیتے رہے۔

یوں تو آپ کے اوصاف حمیدہ و کمالات جلیلہ سے غائبانہ متعارف تھا۔ لیکن پہلی ملاقات کا شرف امام احمد رضا نیشنل سیمینار و کانفرنس کے حوالے سے علما کی ایک میٹنگ میں دار العلوم فیض عام کونہ ونوری نگر کمات کے احاطے میں ہوئی۔ ناچیز حضرت کی منکسر المزاجی واصاغر نوازی سے از حد متاثر ہوا اس کے بعد متعدّد بار شرف لقا حاصل ہوا۔

ہر بار حضرت کے مخلصانہ کردار اور دین وسنیت کے لیے جذبۂ اخلاص اور طرز زندگی کی سادگی نے ناچیز کے دل میں آپ کی عقیدت والفت میں اضافہ کیا۔ خصوصیت کے اس بات نے مزید ان کی عقیدت میں اضافہ کیا کہ آپ نے شہر بریلی کی مرکزی درس گاہ دار العلوم مظہر اسلام میں ۲۳ر سال تک مسند درس وافتا پر جلوہ گر رہے اور فتویٰ نسبندی پر بھی تصدیقی دستخط ثبت فرمائی۔

اتنے عظیم مفتی اتنے جید عالم اس قدر خدا ترس عابد و زاہد بزرگ ہونے کے باوجود اس مرد قلندر میں کوئی ظاہری جاہ و جلال نظر نہیں آتا تھا، نہ دکھاوانہ کوئی تصنع، نہ تعریف و توصیف کے خواہاں، نہ ہی کوئی حرص و طمع، نہایت ہی سادہ مزاج، کم سخن، عجز وانکساری کا سراپا مجسمہ، خود سری اور تکبر کی مذموم کی صفت سے کوسوں دور، لب ولہجہ بہت ہی نرم اور انداز تکلم نہایت ہی مشفقانہ، اخلاق بہت ہی بلند وبالا، ظاہر و باطن یکساں، پورا علاقہ اتر دیناج پور خواہ خواص ہوں کہ عوام، سب آپ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے تھے۔

مگر کون جانتا تھا کہ آسمان علم و فن کا یہ نیر تاباں اچانک ہمارے درمیان سے روپوش ہو جائے گا۔ مورخہ ۱۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ مطابق ۳ر دسمبر ۲۰۲۳ء بروز یک شنبہ علم و عرفان کے نیر اعظم، زہد و تقویٰ کا پیکر جمیل داعی اجل کو لبیک کہتا ہوا ہمیشہ کے لیے اپنے عقیدت مندوں کو داغ مفارقت دے گیا، اور علمی و دینی خلقوں میں صف ماتم بچھ گئی۔

زمانہ بہت شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

وہ تو دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن علم و دانش، فکر و تحقیق اور اخلاق حسنہ کے چراغ جو انھوں نے روشن کیے ہیں صدیوں تک زمانہ اس روشنی سے فیض یاب ہوتا رہے گا۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

یہ علاقہ ایک سایہ دار درخت سے محروم ہوگیا

مولانا مسیح الزماں رضوی: صدرالمدرسین درس عالیہ مدرسہ نوازیہ، بیلوا کاشی باڑی کشن گنج

عزیز القدر مولوی مظفر حسین نے مجھے فون کے ذریعہ بتایا کہ استاذالاساتذہ خلیفۂ سرکار مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبدالغفور صاحب قبلہ رضوی کا انتقال ہوگیا، آپ کی رحلت سے ایک علمی عہد کا خاتمہ ہوگیا اور اہل سنت وجماعت کا ایک بڑا ناقابل تلافی نقصان وخسارہ ہوا ہے، مفتی صاحب علیہ الرحمہ بریلی شریف میں رہ کر تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی صحبت بابرکت سے استفادہ فرمایا، آپ نے اپنی پوری زندگی سادگی سے گزاری، آپ کی زندگی نام نمود سے دور صبر وشکر سے مزین تھی، زہد وتقوی اور پرہیزگاری تو آپ نے پیر ومرشد سے سیکھی تھی، ان کی ذات ہمارے علاقہ میں ایک سایہ دار درخت کی تھی، آج ہم لوگ ایک عظیم سرپرست سے محروم ہوگئے، رب قدیر حضرت کے اہل خانہ اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور صبح وشام انکی تربت پہ رحمت وغفران کی بارش برسائے آمین بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مفتی عبدالغفور رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس علاقے پر احسان ہے

مولانا راشد القادری مصباحی: استاذ دارالعلوم غریب نواز داہوگنج، منی پٹی، کشی نگر

خلیفۂ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی عبدالغفور رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کی تلافی مشکل نظر آتی ہے، وہ ایک بے لوث عالم دین تھے، اور ان کا مطمح نظر ہمیشہ دین وسنیت کا فروغ رہا، انھوں نے کبھی بھی اپنی ذاتی فائدے کے لیے دین کو ذریعہ نہیں بنایا، ہمیشہ وہ دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ وہ بڑے سادہ مزاج تھے۔ مجھے ان سے شرف ملاقات حاصل ہوا ہے، میں ان کے اخلاص اور ان کی دینی حمیت سے بے انتہا متاثر ہوا، علاقے میں ان کی خدمات کی وجہ سے بھی لوگ ان کے گرویدہ تھے، اور ان کا نام ہمیشہ احترام کے ساتھ لیا کرتے تھے۔ ان کے وصال کی خبر سے بڑا افسردہ ہوا، لیکن موت کی اٹل حقیقت کے سامنے ہم سب بے بس ہیں۔
اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت کی مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم۔

حضرت مفتی عبدالغفور رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مینارۂ نور تھے

مفتی محمد صابر عالم مصباحی: صدر شعبۂ افتا دارالعلوم فدائیہ نوریہ پاچھور سیا، اسلام پور اتر دیناج پور

جن پاک طینت شخصیتوں نے اپنے قدوم میمنت سے اس سرزمین کو شرف بخشا اور خدا اور سول کی رضا وخوشنودی کی خاطر قابل تقلید کارنامے انجام دیے، ان ہی میں سے ایک عبقری شخصیت، عالم ربانی خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبدالغفور قدس سرہ کی ذات بابرکت ہے۔

آپ کی حیات پاک کا ہر پہلو ممتاز و منفرد اور جداگانہ ہے، آپ کا ہر عمل لائق تقلید اور ہر نقش کف پالائق اتباع ہے، آپ اپنے عشاق کے لیے شمع یقین تھے، اپنے شاگردوں کے لیے مینارۂ نور اور اپنے متعلقین کے لیے ایک شجر سایہ دار تھے، آپ جب تک زندگی سے بہرہ ور رہے اور اپنے عمل سے ماحول کو اجالے اور پاکیزگی بخشتے رہے۔

علم و فضل میں آپ کا مقام بہت بلند تھا، مگر انتہائی سادہ اور بے نفس انسان تھے، نہ عالمانہ کروفر، نہ واعظانہ شان و شوکت، اور نہ ہی جبہ و دستار سے آراستہ، اور نہ ہی ساتھ میں خدم وحشم، بلکہ طبیعت میں اتنی سادگی کہ قریب سے گزر جائیں تو پتہ بھی نہ چلے کہ کوئی بڑے حضرت گزرے ہیں، صحیح فرمایا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع و انکساری اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بلندی اور رفعت عطا کرتا ہے۔ ہمارے زمانے میں اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حقیقی مصداق آپ ہی تھے۔

جب آپ کے سانحۂ ارتحال کی خبر اطراف و جوانب میں پھیلی تو دنیائے سنیت میں صف ماتم بچھ گئی، عشاق ابر باراں بن کر مور و مگس کی طرح آخری زیارت کے لیے دوڑ پڑے، نماز جنازہ میں دیوانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع آپ کی عظمت و مقبولیت کا پتہ بتا رہا تھا، وقت مقرر پر آپ کے جسد اطہر کو ایک کشادہ میدان میں لایا گیا، دنیاے سنیت کی مقبول ترین شخصیت مناظر اہل سنّت، فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمن رضوی مد ظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازے میں ہزاروں افراد شریک ہوئے، عام و خاص، امیر و غریب سبھی آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان تھے اور آپ کے علم و عمل، زہد و تقویٰ اور شان استغنا بیان کر رہے تھے۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

اللہ تعالیٰ حضرت کی قبر مبارک پر رحمت و غفران کی بارش برسائے آمین۔

حضرت مفتی عبد الغفور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پیکر صدق و صفا تھے

مولانا ارشاد القادری مصباحی: دارالعلوم کلیمیہ نظامیہ پٹوامالن گاؤں اتر دیناج پور

پیکر صدق و صفا استاذ العلما خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبد الغفور علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث جامعہ حفیظیہ راساکھوا اتر دیناج پور بنگال آج ۳؍ دسمبر ۲۰۲۳ء کو ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

آپ اصاغر نواز منکسر المزاج ہونے کے ساتھ گوناگوں اوصاف حمیدہ کے مالک تھے حضرت سے مجھے دو بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ پہلی ملاقات ۱۴؍ مارچ ۲۰۲۲ء کو جب حضرت کے گاؤں شاہ پور کے ایک دینی جلسہ میں مقرر خصوصی کی حیثیت سے میری شرکت ہوئی تھی تو جلسہ گاہ میں جانے سے پہلے حضرت کے گھر جانے کا شرف حاصل ہوا اور حضرت کی معیت مبارکہ میں کافی دیر تک بیٹھ کر اکتساب فیوض اور حصول برکات کا شرف حاصل ہوا تھا۔

دوسری ملاقات ۱۲؍ اگست ۲۰۲۲ء کو دارالعلوم رضائے مصطفیٰ شاہ بازار کے احاطے میں ایک کانفرنس میں جب میری تقریر ہو رہی تھی تب حضرت پورے علمی جاہ و جلال کے ساتھ اسٹیج پہ تشریف لائے تو میں نے اپنی تقریر بند کر کے حضرت کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا تھا۔

ان دو ملاقاتوں میں حضرت کو میں نے بہت ہی مشفق مہربان پایا اصاغر نوازی کے علاوہ آپ علم و عمل زہد و تقویٰ زبان و قلم درس و تدریس مختلف خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ اس علمی خلا کو پُر فرمائے، ان کے درجات کو بلندی عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آپ کی ذات شریعت و طریقت کا حسین سنگم تھی

مولانا محمد شہریار نظامی: استاذ دارالعلوم فدائیہ نوریہ پاچھور سیا، اسلام پور، اتر دیناج پور

اس بات سے کسی بھی فرد بشر کو انکار نہیں کہ ایک نہ ایک دن سب کو مرنا ہے، کچھ لوگ چلے جاتے ہیں، مگر ان کا جانا سارے عالم کو سوگوار کر جاتا ہے، ان کی مفارقت سے جماعت میں بے چینی کی لہر دوڑ جاتی ہے، اہل سنت کے ان پاکیزہ جواہر میں سے ایک قیمتی لعل ہم سے ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا ہے۔

میری مراد اہل سنت و جماعت کے بہترین عالم دین خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی عبدالغفور علیہ الرحمہ جو اب ہمارے درمیان نہیں ہیں، ان کا سانحہ ارتحال اہل سنت و جماعت بالخصوص اتر دیناج پور کے سنی مسلمانوں کا عظیم خسارہ ہے۔ ان کے انتقال سے ہزاروں دل مغموم ہوئے، ہزاروں آنکھیں اشک بار ہوئیں علمائے اہل سنت میں قلق و اضطراب کی لہر دوڑ گئی، مجھے بھی قلبی صدمہ لاحق ہوا تھا، حضرت سے میری ملاقاتیں رہی ہیں، الجامعۃ الحفیظیہ سراج العلوم راساکھوا میں حضرت کی صدارت میں پڑھانے کا موقع میسر ہوا تھا، اور آپ کی ذات کو قریب سے دیکھنے کا موقع بھی ملا تھا، آپ کی ذات شریعت و طریقت کا حسین سنگم تھی، آپ یادگار اسلاف تھے، حسن اخلاق اور تواضع و انکساری کے پیکر تھے، طبیعت میں سادگی اور مزاج میں نرمی کا عنصر غالب تھا۔ واقعی وہ عالم ربانی تھے۔ حرص و طمع سے دور نفور تھے، زہد و تقویٰ ان کے ظاہر و باطن سے آشکار تھا۔ ان کی تقویٰ شعار زندگی کی ایک جھلک مندرجہ ذیل واقعہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ہماری جماعت کے بہترین عالم دین مفتی شاعر صاحب جو اس وقت جامعۃ الرضا بریلی شریف میں مسند تدریس سنبھالے ہوئے ہیں، انھوں نے مجھ سے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی وفات کے دن فون پر کہا کہ مولانا نظر الاسلام صاحب جو کوچ بہار کے رہنے والے ہیں، انہوں نے مفتی رفیق الاسلام صاحب جو بلہور کان پور میں واقع ایک بڑے دینی ادارے کے شیخ الحدیث ہیں، ان سے کہا تھا کہ مفتی عبدالغفور علیہ الرحمہ جب مظہر اسلام میں درس و تدریس کی اہم ذمے داری انجام دے رہے تھے تو اس درمیان مشکل وقت میں کسی دکان دار سے کچھ روپے بطورِ قرض لیا تھا، اور اس وقت ادا نہ کرپائے تھے، بیس سال کے بعد بریلی شریف میں جب خیال آیا کہ میں نے کسی دکان دار سے کچھ روپے ادھار لیے تھے، مگر میں نے اب تک وہ روپے لوٹائے نہیں، تو اس دکاندار کو گلی گلی ڈھونڈنے لگے، بسیار تلاش کے بعد وہ دکاندار ملا مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا میں نے آپ سے بیس سال پہلے کچھ روپے بطورِ قرض لیے تھے اب میں انہیں واپس کرنے آیا ہوں، دکاندار بھول چکا تھا، مگر مفتی صاحب وہ روپے واپس کرکے ہی لوٹے۔ اس متذکرہ بالا واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس قدر آپ کے اندر ایفائے عہد، اور امانت داری و تقویٰ شعاری کا وصف نمایاں تھا۔

اللہ تعالیٰ ان کی خدمات دینیہ کو قبول فرماکر غریق رحمت فرمائے، اس درد و الم کی گھڑی میں، میں ان کے پسماندگان کو تعزیت پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاگو ہوں اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اہل سنت و جماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

پیغامات

سہ ماہی پیغام مصطفیٰ ممتاز اہل قلم کی توجہ کا مرکز ہے

محب گرامی مفتی محمد ساجد رضا مصباحی [مدیر اعلیٰ سہ ماہی پیغامِ مصطفیٰ، اتر دیناج پور]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی اچھا ہوگا۔ خانقاہِ قادریہ ایوبیہ پیراکنک، ضلع کشی نگر، یوپی کے زیر انتظام منعقدہ "رئیس التحریر سیمینار" میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ سیمینار کی مصروفیت نے زیادہ باتوں کا وقت نہ دیا، لیکن جو وقت بھی وہاں گزرا اچھا اور خوش گوار تھا۔ ذرائع ابلاغ کی ہوش رُبا ترقی اور ٹیکنالوجی کے عروج نے اگرچہ پوری دنیا کو ایک "عالمی گاؤں" بنا دیا ہے لیکن ایجاد کا ازدہا پُر تکلف اور خوش گوار ملاقاتوں کو نگلتا جا رہا ہے، یہ افسوس ناک ہے۔ مجلس کے اختتام پر آپ نے سہ ماہی "پیغامِ مصطفیٰ" کا تازہ شمارہ [اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۲۳ء] نذر کیا۔ اس کے لیے شکر گزار ہوں۔

سہ ماہی "پیغامِ مصطفیٰ" نے بہت مختصر وقت میں ممتاز اہل قلم کی نگاہِ التفات اپنی جانب کھینچی ہے۔ یہ فال نیک ہے۔ علم وادب اور مذہبی صحافت کے اس قحط زدہ ماحول میں کوئی جریدہ نکالنا اور باقاعدگی کے ساتھ ماہ بہ ماہ یا سہ ماہی، کارآمد مضامین کی ہمہ رنگی کے ساتھ اس کو جاری رکھنا بہت بڑا کمال ہے۔ یہ پوری ادارتی ٹیم کی ناقابل فراموش قربانی ہے۔ ورنہ اب مضمون کون لکھتا ہے؟ جس کو بھی تھوڑا لکھنا آیا وہ اچانک کتاب لکھ کر زمرۂ اربابِ تصنیف میں شامل ہو جاتا ہے اور کتاب کسی کا چبایا ہوا لقمہ ہوتی ہے یا چوری کی ہوئی۔ نہ نیا موضوع، نہ مذہبی حقیقتوں کی عصری تفہیم، نہ زبان آسان ہوتی ہے نہ انداز پُرکشش رہتا ہے۔ موضوع ایسا کہ اس پر اس سے قبل درجنوں کتابیں دیگر مصنفین نے اردو زبان میں لکھ ڈالی ہیں۔ پھر بھی فصاحت ان پر ناز کرتی ہے اور بلاغت کفِ افسوس ملتی ہے۔ یہ بوالعجبی اب بار بار دیکھنے کو ملتی ہے۔ مزید برآں سوشل میڈیا پر حق گوئی کے نام پر ایسی بے تہذیبی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ الامان والحفیظ۔ یہاں ہر کوئی پورا سچ بولنے کا دعویٰ دار ہے لیکن تھوڑا بھی سچ سننے کا روادار نہیں۔ ہر شخص دردمند اور مخلص مشیر بنا ہوا ہے اور خود کی زندگی میں کوئی کام نہیں ہے۔ یہ بڑا تلخ رویہ ہے۔ جو خطیب ہے وہ آزاد ہے۔ اور قلم ایک شہتیر بن چکا ہے۔ زخموں کو کرید تا زیادہ ہے، مرہم کم رکھتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ مضمون نگاری بہت بڑا فن ہے اور ادارت ایک نازک راہ۔ ایک ایسا قلم کار جو کثیر المطالعہ اور قوی المشاہدہ ہو، قدیم وجدید کتب ورسائل اور دنیا کے تیزی سے تبدیل ہوتے نظام پر ان کی گہری نگاہ ہو، برجستہ خامہ فرسائی پر مہارت رکھتا ہو۔ ساتھ ہی مضامین کی تلخیص وتجزیہ اور ترجمہ وترمیم کی خوبی رکھتا ہو ادارت اسی کو زیبا دیتی ہے اور اس کی ادارتی زندگی دیرپا بھی ہوتی ہے۔ آپ کی محنت وجانفشانی اور جنونِ شوق کو دیکھتے ہوئے مجھے پوری امید ہے کہ آپ ایک کامیاب مدیر ثابت ہوں گے۔ اللہ عزوجل ادارت کا یہ سفر مزید کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے، آمین۔

اس میں شامل مضامین پر بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ تقریباً اکثر تحریریں انتہائی مفید اور اپنے قاری کے لیے دور رس نتائج کی حامل ہیں۔ ایک قسط وار مضمون محب گرامی مفتی محمد شہروز مصباحی کا شامل ہے: "ملک العلماء سیمانچل میں"۔ اس سے پہلے اس کی کتنی قسطیں شائع ہوئیں یہ مجھے نہیں معلوم، البتہ انھیں نہ پڑھنے کا افسوس ہے۔ وہ مضمون پورا پڑھنا چاہتا ہوں۔ لیکن بڑی معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ سہ ماہی رسالوں میں قسط وار مضمون کی شمولیت مطالعہ کی لذت کو پھیکا کر دیتی ہے۔ ایسے مضامین یہ تو تلخیص کے ساتھ شامل کیے جائیں یا مکمل مضمون شائع ہو۔ یہ بہت تکلیف دہ انتظار ہوتا ہے۔ ایک بار پھر آپ کو اور آپ کی ادارتی ٹیم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور سہ ماہی پیغامِ مصطفیٰ کی لمبی عمر کی دعا بھی۔

توفیق احسن برکاتی

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

۷/دسمبر ۲۰۲۳ء، پنج شنبہ

اچھا ہے ماشاء اللہ بہت اچھا

مفتی ساجد صاحب قبلہ! مدیر سہ ماہی پیغام مصطفیٰ !
السلام علیکم ورحمۃ اللہ !
اللہ کریم آپ کا اقبال بلند فرمائے۔
ابھی وطن مالوف کشن گنج سے دوار کا ایکسپریس کے ذریعہ کچھوچھہ شریف کے لیے روانہ ہوتے ہوئے رسالہ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کی پی ڈی ایف کھول کر ورق گردانی کر رہا تھا کہ استاذ گرامی حضرت علامہ مجیب الرحمن نعیمی کھچڑاوی علیہ الرحمہ پر لکھے گئے مضمون پر نظر پڑی، سرسری نظر دوڑایا۔ اچھا ہے ماشاء اللہ، بہت اچھا۔
پچھلے سال اٹھارہ دسمبر کو دو تین دن کے لیے گھر گیا تھا تو آپ کے کہنے پر والد صاحب کے ساتھ بیٹھ کر کچھ ضروری اور اہم معلومات لے کر ذہن میں ایک خاکہ ترتیب دے کر "چکلہ کشن گنج کی سیاسی و مذہبی حالت اور حضرت مولانا مجیب الرحمن صاحب نعیمی علیہ الرحمہ کی دینی و علمی خدمات" کے عنوان سے کچھ خامہ فرسائی کی تھی، مضمون طویل ہوجانے کے باعث نامکمل ہی تھا کہ اچانک میرے والد محترم صوفی علیم الدین اشرفی صاحب کا ۲۶/ جنوری کو وصال ہوگیا، کچھ دنوں تک ذہن ماؤف رہا، پھر دوسری مصروفیات اور بار بار گھر سے کچھوچھہ شریف اور کچھوچھہ شریف سے گھر آنے جانے اور گھریلو الجھنوں میں الجھ جانے اور رمضان میں تراویح کے لیے "دمن" کا سفر کرنے اور بعد رمضان حج بیت اللہ کے مبارک و مسعود سفر پر روانہ ہونے کے باعث مضمون کو مکمل نہیں کر سکا۔
آج استاذ گرامی پر فخر بنگال مفتی عارف حسین مصباحی صاحب کی تحریر پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی، اللہ کریم حضرت کے درجات بلند فرمائے۔ البتہ اس مضمون میں حضرت کے ایک اہم کارنامے کا ذکر چھوٹ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت نے ۱۹۹۰ء میں اپنے گاؤں میں جو مدرسہ قائم کیا تھا مدرسہ اصلاح المسلمین کے نام سے جس میں پونے دو سال میں خود بھی پڑھا ہوں، [حالانکہ میں ان سے اپنے گاؤں میں بھی پڑھا ہوں]
بہر حال مضمون نگار حضرت مفتی عارف حسین صاحب نے جتنا لکھا ہے، بہت عمدہ لکھا ہے، بڑی محنت اور کافی عرق ریزی کر کے اچھا تعارف پیش کیا ہے اور اچھی معلومات فراہم کی ہے، اہل تحقیق جانتے ہیں کہ وہ شخصیتیں جن کے نقوش محفوظ نہ رکھے گئے ہوں ان پر لکھنا کس قدر دشوار کام ہے، اللہ کریم مفتی عارف صاحب کی عمر طویل اور اقبال بلند فرمائے، کہ انہوں نے ہم شاگردوں کو عہدہ برآ کر دیا ہے اور مستقبل میں حضرت پر کام کرنے والوں کو ایک اچھا خاکہ فراہم کر دیا ہے ۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوشاد عالم اشرفی جامعی کشن گنجوی
استاذ جامع اشرف کچھوچھہ شریف

صفحہ 53 کا بقیہ

بظاہر اس کا پُر ہونا مشکل نظر آرہا ہے۔ حضرت والا تبار گونا گوں اوصاف و کمالات کے حامل تھے ،اسلاف اور بزرگان دین کے عکس جمیل تھے، علم کے ساتھ عمل، فقہ کے ساتھ تدبیر، رفعت شان اور بلندی مقام کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کا ٹوٹتا ہوا رشتہ جہاں بہت مستحکم نظر آتا ہے وہ حضرت کی ذات ستودہ صفات تھی ۔ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا شمار گو کہ اہل ثروت لوگوں میں نہیں تھا تاہم اللہ رب العزت نے انھیں دل کا غنی بنایا تھا، مال کی قلت کے باوجود یہ دیکھا گیا کہ ہر موڑ پر دینی امور میں آپ پیش پیش رہتے ۔ مدرسہ یا مسجد سے متعلق کوئی کام ہوتا تو آپ خصوصی طور پر اپنا تعاون پیش کرتے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات میں ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ آپ کا مرکز نگاہ قائل کی بجائے قول ہوتا تھا، بات اگر حق و صداقت پر مبنی ہوتی تو قائل کسے باشد شرح صدر کے ساتھ قبول کرتے ،بس شرط یہ تھی کہ بات عاشق رسول کی ہو اور اگر بات میزان صداقت پر کھری نہیں اترتی تو یک لخت انکار کر دیتے۔ گویا آپ انظر الی ما قال و لا تنظر الی من قال کے عکس جمیل تھے۔"

☆☆☆

سرگرمیاں

جامعہ شمس العلوم للبنات اترصالحان میں محفل تعزیت والیصال ثواب کا انعقاد

منبع علم وحکمت، معدن خیروبرکت، حضرت مفتی محمد عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ اب ہمارے درمیان نہ رہے ،یہ افسوس ناک خبر موصول ہوتے ہی مدرسہ شمس العلوم للبنات اترصالحان میں ٹرسٹ کی جانب سے قرآن خوانی اور دعائیہ کلمات کااہتمام کیا گیا۔

حضرت محض ایک مفتی ہی نہیں بلکہ سیکڑوں چیدہ چیدہ علماومفتیان ومناظر کے استاذ بھی تھے، حضرت نہایت سادگی پسند اور منکسر المزاج تو تھے ہی ساتھ ہی ساتھ زہدوتقویٰ میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔تقریبًادوسال حضرت جامعہ شمس العلوم للبنات اترصالحان پوسٹ سابدھن تھانہ:کرندیگھی ضلع:اتردیناج پوربنگال کے درس گاہ میں اعلیٰ وعہدپرفائز رہے۔ خلیفہ حضور مفتی اعظم ہندکی سادگی کاعالم یہ تھاکہ جب حضرت سے پوچھاجاتا تھاکہ آپ کھانے میں کیاپسندفرماتے ہیں توحضرت سادگی سے جواب عطا فرماتے جوبھی حلال اور طیب ہووہ مجھے پسندہے۔مزیدانتظام کی ضرورت نہیں۔

آج ادارہ ہذاکے تمام اساتذہ اور ٹرسٹ کے تمام ذمہ داران حضرت کے پسماندگان کے ساتھ حضرت کی تعزیت میں شریک ہیں۔اللہ رب العزت حضرت کے لواحقین کوصبرجمیل عطافرمائے اور حضرت کواپنی جواررحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔آمین رب العالمین بجاہ حبیب الکریم

خاکپائے اولیا

محمد شمیم القادری

بانی ومہتمم مدرسہ شمس العلوم للبنات اترصالحان

☆☆☆